عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۱ | ۲۴ تا ۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۸ تا ۱۵ دسمبر ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۴۶

خواتین کو اسلام نے کیا کیا دیا؟

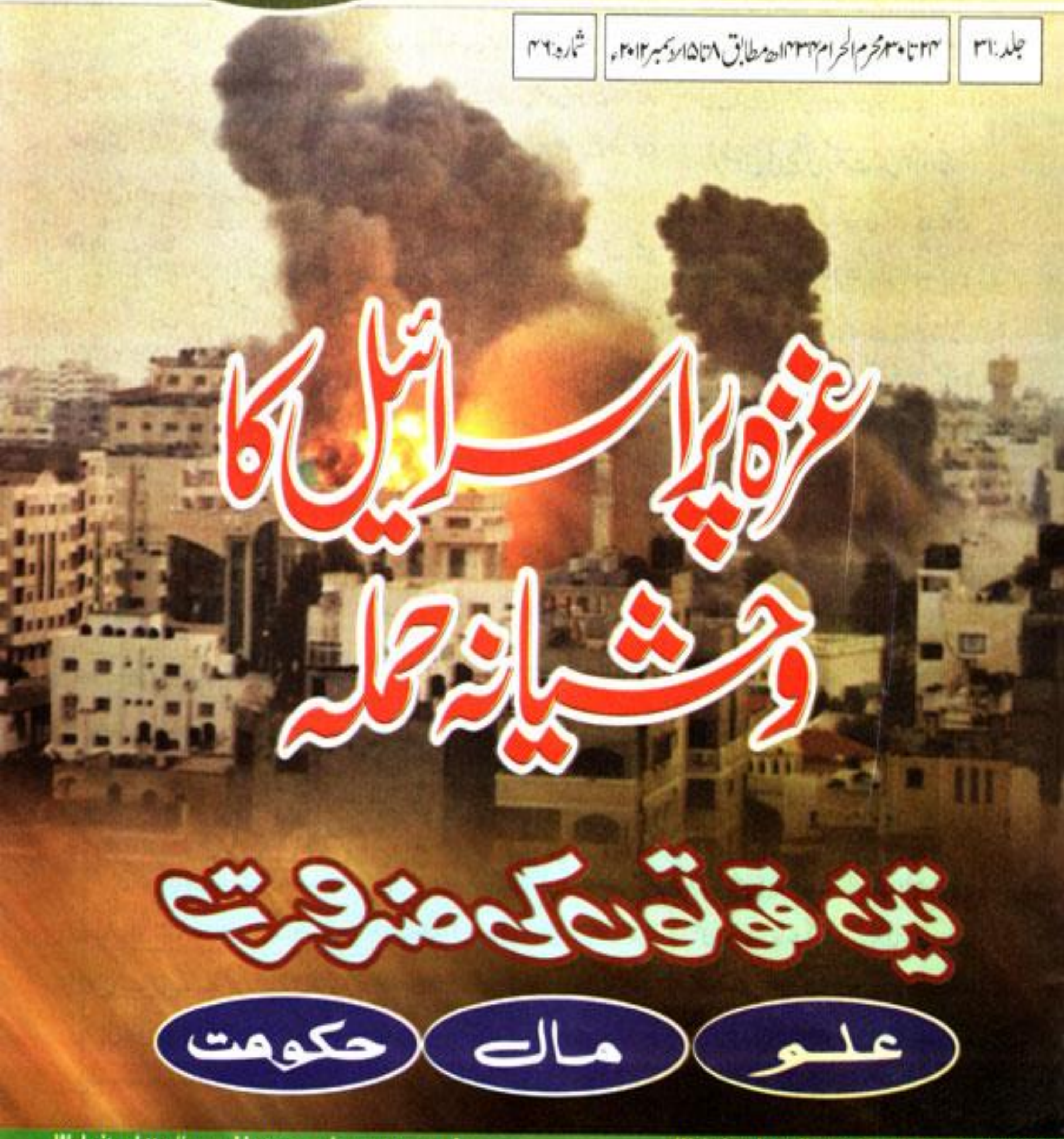

غزہ پر اسرائیل کا وحشیانہ حملہ

تین قوتوں کی ضرورت

علم | مال | حکومت

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

زندگی میں جائیداد کی تقسیم

ملک ریاض الحق، کراچی

س:...... میں اپنی جائیداد اپنی زندگی میں ہی بچوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے بعد ان میں کوئی لڑائی جھگڑا نہ ہو۔ اس صورت میں کیا بیٹوں کو بیٹیوں کے مقابلہ میں آدھا حصہ دینا ہوگا یا ان کے برابر؟

ج:...... زندگی میں اگر اولاد کے درمیان جائیداد کی تقسیم کی جائے تو یہ ہبہ کہلاتا ہے اور ہبہ میں اولاد کے درمیان برابری کرنا افضل ہے یعنی لڑکے اور لڑکیوں کو برابر دینا چاہئے۔ ہاں اگر بعض کو خواہ وہ لڑکا ہو یا لڑکی اس کی نیکی کی وجہ سے کچھ زیادہ دے دیا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں اور اگر سب برابر ہوں تو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

بغیر بتائے دوسروں کی طرف سے قربانی

س:...... بیرون ملک میں مقیم اپنے بیٹے کی طرف سے پاکستان میں قربانی کرنا جائز ہے؟

ج:...... جی ہاں! کر سکتے ہیں، جب کہ اس نے قربانی کرنے کے لئے کہا ہو، اگر والدین اپنی مرضی سے اس کے کہے بغیر کر دیتے ہیں تو یہ نفلی قربانی ہوگی واجب قربانی اس کے ذمہ باقی رہے گی۔

مکروہ اوقات میں سجدہ تلاوت

س:...... فجر کی نماز کے بعد دوران تلاوت اگر آیت سجدہ آ جائے تو کیا اسی وقت سجدہ کر لینا چاہئے یا سورج طلوع ہونے کا انتظار کرنا چاہئے؟ اسی طرح نماز عصر کے بعد سجدہ تلاوت جائز ہے؟

ج:...... سجدہ تلاوت صرف تین اوقات میں کرنا مکروہ ہے: (۱) سورج نکلتے وقت، (۲) زوال کے وقت، (۳) سورج غروب ہوتے وقت۔ ان اوقات کے علاوہ سجدہ تلاوت کر سکتے ہیں۔ مگر نفل نماز ان اوقات میں بھی اور ان کے علاوہ فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد پڑھنا ممنوع ہے۔ قضا نماز فجر اور عصر کے بعد پڑھ سکتے ہیں، مگر لوگوں کے سامنے پڑھنے سے احتراز کیا جائے، کیونکہ نماز قضا کرنا گناہ ہے اور گناہ کے کام کا اظہار کرنا بھی گناہ ہے۔

پیشگی زکوٰۃ کی ادائیگی

س:...... اگر کوئی شخص ماہِ رمضان میں اپنی زکوٰۃ ادا کر چکا ہو، مگر دورانِ سال کوئی شدید ضرورت مند اپنا تقاضا پیش کرے تو کیا وہ پیشگی زکوٰۃ کی نیت کر سکتا ہے؟

ج:...... پیشگی زکوٰۃ نکالنا بھی درست ہے مگر اس صورت اس پیشگی رقم کا حساب رکھا جائے تاکہ جب زکوٰۃ کا وقت آ جائے تو مکمل حساب کر کے کمی بیشی کو برابر کر لیا جائے۔

فرضوں کی چوتھی رکعت میں تلاوت

س:...... اگر ظہر کی نماز کی چوتھی رکعت میں بھول کر تلاوت کر لی جائے تو کیا گناہ ملے گا؟

ج:...... فرض نماز کی آخری دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ نہیں پڑھی جاتی، اگر کوئی بھولے سے پڑھ لے تو گناہ نہیں ہے اور نہ ہی سجدہ سہو کرنا لازم ہوگا

عدت طلاق

س:...... شوہر اگر بیوی کو طلاق دے دے تو عدت کب سے شمار ہوگی اور کتنی ہوگی؟ بیوی کو اگر بعد میں معلوم ہو تو کیا عدت اس وقت سے ہوگی؟

ج:...... شوہر نے جیسے ہی طلاق کے الفاظ لکھے یا منہ سے ادا کئے، اسی وقت طلاق بھی ہو گئی اور عدت بھی شروع ہو گئی۔ خواہ بیوی کو بعد میں معلوم ہو، عورت اگر حاملہ نہ ہو تو عدت تین ماہواریاں ہوتی ہے اور اگر حاملہ ہو تو عدت وضع حمل ہوگی۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مجلس

جلد:۳۱ ۲۴ تا ۳۰ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ مطابق ۸ تا ۱۵ دسمبر ۲۰۱۲ء شمارہ:۴۶

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست
حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین وآرائش:
محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

قادیانی مسئلہ پر مشتمل قومی اسمبلی کا خفیہ ریکارڈ..... ۵ مولانا اللہ وسایا مدظلہ
غزہ پر اسرائیل کا وحشیانہ حملہ! ۸ پروفیسر شمیم اختر
مساجد ومدارس کو سوئی گیس..... ۱۱ مولانا محمد حنیف جالندھری
خواتین کو اسلام نے کیا کیا دیا؟ ۱۳ مولانا محمد برہان الدین سنبھلی
تین قوتوں کی ضرورت علم، مال اور حکومت ۱۸ مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
مرزائیت سے توبہ (۲) ۲۱ ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی
قاری محمد یعقوب نقشبندی کی رحلت ۲۶ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
خبروں پر ایک نظر ۲۷ (ادارہ)

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

چیک-ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت، اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، ۳۴۲۳۴۴۷۶ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

گزشتہ سے پیوستہ

دنیا سے بے رغبتی

محض حق تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرنا

۵۱:... دل اور زبان دونوں سے خدا کا ذکر کرنے والا۔

۵۲:... جن لوگوں کے دل پاک صاف اور بدن ستھرے ہیں، خدا کے لئے محبت کرتے ہوں، خدا کے ذکر کے ساتھ ان کا بھی تذکرہ ہوتا ہو، جہاں ان کا چرچا ہوتا ہو تو ان کے ساتھ خدا کا بھی تذکرہ ہوتا ہو، سردی کے موسم میں وضو کی پابندی کرنے والے، ذکرِ خدا کی طرف مائل ہونے والے، خدا کے محارم کی توہین پر غضبناک ہونے والے، مسجدوں کو آباد اور ان کی تعمیر میں سعی کرنے والے، اور صبح کے وقت کثرت سے اِستغفار میں مشغول رہنے والے۔

۵۳:... نیکی کا حکم کرنے اور بُرائی سے منع کرنے والے، خدا کی اطاعت کے لئے اس کے بندوں کو بلانے والے۔

۵۴:... وہ شخص جو خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر لوگوں سے حسد نہیں کرتا، ماں باپ کے ساتھ نیکی کرتا ہے، چغل خوری سے اجتناب کا عادی ہے۔

۵۵:... جس شخص نے اپنا مال، اپنی جان جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کردی اور شہادت کا مرتبہ حاصل کرلیا، اس کے لئے عرشِ الٰہی کے نیچے ایک خیمہ بھی نصب کیا جائے گا۔

۵۶:... وہ لوگ جو قرآن کی تعلیم دیتے ہیں۔

۵۷:... وہ اِمام جس سے اس کے مقتدی راضی ہوں۔

۵۸:... وہ مؤذّن جو اللہ کے لئے پانچوں وقت کی اَذان دیتا ہے۔

۵۹:... وہ غلام جس نے آقائے مجازی کے ساتھ مولائے حقیقی کا بھی حق ادا کیا ہو۔

۶۰:... وہ شخص جو لوگوں کی حاجت براری اور مشکل کشائی کرتا ہے۔

۶۱:... اللہ کے لئے ہجرت کرنے والا۔

۶۲:... وہ شخص جو لوگوں میں صلح کرانے کی غرض سے سعی کرتا ہے۔

۶۳:... وہ انسان جس کے دل نے کبھی زنا کا ارادہ نہیں کیا۔

۶۴:... اہلِ تقویٰ (یہ سب سے زیادہ عالی مرتبہ ہوں گے)۔

۶۵:... وہ شخص جو بات بھی کرتا ہے تو علم ہی کی کرتا ہے، اور سکوت بھی کرتا ہے تو علم کی بات پر سکوت کرتا ہے۔

۶۶:... بے کار اور بے ہنر اور صنعت نہ جاننے والے انسان کی اعانت کرنے والا۔

۶۷:... وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، خدا کی راہ میں اس نے جہاد کیا،

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

سچ بولتا اور اَمانت کو صحیح طریقے پر اَدا کرتا ہے، غلے کی گرانی کے لئے آرزو نہیں کرتا۔

۶۸:... وہ شخص جو مغرب کے بعد دو رکعات پڑھتا ہے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ گیارہ گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ پڑھتا ہے (اس روایت کی سند منکر ہے)۔

۶۹:... جو ماں باپ کی نافرمانی نہیں کرتا۔

۷۰:... ''لا الٰہ الا اللہ'' کثرت سے کہنے والا۔

۷۱:... شہداء کی اَرواح سبز پرندوں کے حواصل میں رہتی ہیں، اور یہ پرندے شام کو عرشِ الٰہی کے نیچے قنادیل میں رہتے ہیں۔

۷۲:... حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن سایۂ رحمٰن میں ہوں گے۔

۷۳:... حضرت علی کرم اللہ وجہہ لوائے حمد لئے ہوئے، اِمام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ہمراہ عرش کے سائے میں ہوں گے، ان کی جگہ حضرت سیّدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل ہوگی۔

☆☆..............☆☆

اعمال اور قلوب پر نظر

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ تمہاری شکل وصورت اور تمہارے اموال کو نہیں دیکھتے، ہاں! مگر وہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں۔''

(مسلم شریف)

اداریہ

مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قادیانی مسئلہ پر مشتمل قومی اسمبلی کا خفیہ ریکارڈ مل گیا!

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

۲۹؍مئی ۱۹۷۴ء کو چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر قادیانی اوباشوں نے اس وقت کے قادیانی دھرم کے گرو مرزا طاہر احمد کی قیادت میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اس کے ردعمل میں پاکستان میں تحریک چلی۔ اس وقت پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ انہوں نے قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کرانے کے لئے قومی اسمبلی کو خصوصی کمیٹی میں تبدیل کردیا۔

اس وقت قومی اسمبلی کے اسپیکر جناب صاحبزادہ فاروق علی خان تھے۔ وہ قومی اسمبلی کی اس خصوصی کمیٹی کے بھی چیئرمین قرار پائے۔ ان کی زیرصدارت مہینہ بھر کمیٹی کے اجلاس وقفہ وقفہ سے منعقد ہوتے رہے۔ تب یہ طے پایا تھا کہ قادیانی و لاہوری دونوں گروہوں کے سربراہان کو خصوصی کمیٹی میں بلاکر ان کا موقف سن کر فیصلہ کیا جائے۔

قادیانی جماعت کے چیف گرو مرزا ناصر احمد اور لاہوری گروپ کے لاٹ پادری صدرالدین لاہوری، مسعود بیگ لاہوری، عبدالمنان لاہوری پیش ہوئے۔ جبکہ اس وقت پاکستان کے اٹارنی جنرل جناب یحیٰی بختیار تھے۔ چنانچہ طے ہوا کہ تمام قومی اسمبلی کے اراکین جو خصوصی کمیٹی کے بھی اراکین قرار پائے تھے وہ قادیانی، لاہوری گروپ کے قائدین سے قادیانی دھرم کے بارے میں سوالات کرسکتے ہیں۔ لیکن وہ تمام سوالات اٹارنی جنرل یحیٰی بختیار کے ذریعہ ہوں گے۔

جناب ذوالفقار علی بھٹو قومی رہنما تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ قادیانی مسئلہ ایسے طور پر حل ہو کہ باہر کی دنیا کا کوئی شخص اس پر حرف گیری نہ کرسکے۔ اس لئے آپ نے قادیانی مسئلہ کو قومی اسمبلی کے سپرد کیا اور طے کیا کہ قادیانی و لاہوری دونوں گروپوں کے لوگوں کو بلاکر ان سے مباحثہ کرکے قادیانی مسئلہ کو ارکان پارلیمنٹ سمجھیں اور پھر آزادانہ فیصلہ کریں۔ اب مشکل یہ پیش آئی کہ قادیانی و لاہوری گروپ کے سربراہان اور ان پر سوال کرنے والے جناب اٹارنی جنرل قومی اسمبلی کے ارکان نہ تھے۔ انہیں قومی اسمبلی کی کاروائی میں حصہ لینے کا کیسے اہل قرار دیا جائے؟۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لئے پوری قومی اسمبلی کو ''خصوصی کمیٹی برائے بحث قادیانی ایشو'' میں بدل دیا گیا۔ قومی اسمبلی کے تمام ممبران کو اس خصوصی کمیٹی کا ممبر قرار دیا گیا۔ یوں قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں غیرممبران قومی اسمبلی کو بھی بلانے کا راستہ دیا گیا۔ ان دنوں قومی اسمبلی کے اجلاس پاکستان اسٹیٹ بینک اسلام آباد کے ہال میں ہوتے تھے۔ چنانچہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا پہلا اجلاس ۵؍اگست ۱۹۷۴ء بروز پیر صبح دس بجے قومی اسمبلی کے ہال واقع پاکستان اسٹیٹ بینک اسلام آباد میں منعقد ہوا۔

۵؍اگست سے لے کر ۱۰؍اگست تک ۶؍دن اور پھر ۲۰؍اگست سے لے کر ۲۴؍اگست تک ۵؍دن۔ کل گیارہ دن مرزا ناصر احمد چیف قادیانی گروہ کا بیان اور اس پر جرح ہوئی۔ ۲۷؍اگست ۲۸؍اگست ۲؍دن...... صدرالدین، عبدالمنان عمر اور مرزا مسعود، لاہوری گروپ کے نمائندوں کا بیان اور جرح ہوئی۔ کل تیرہ

دن قادیانی ولاہوری گروپ کے نمائندوں کے بیانات اوران پر جرح مکمل ہوئی۔

قادیانی گروپ کے مرزا ناصراحمد نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے ریکارڈ میں اپنا بیان جمع کرایا تھا۔ جمع ہوجانے کے باعث وہ قادیانی کیس کی فائل میں تو شامل ہوا۔ لیکن چونکہ مرزا ناصراحمد نے اسے خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں پڑھا نہیں تھا۔ اس لئے وہ کاروائی کا حصہ نہ بن سکا۔ کاروائی کا حصہ تو وہی بنتا تھا جو روز خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں بیان ہوتا۔ البتہ خود قادیانی گروپ لیڈر نے قومی اسمبلی کے ہر رکن کو اس کی ایک ایک مطبوعہ کاپی دے دی تھی۔ اس لئے تمام اراکین نے اس کا مطالعہ کرلیا۔ آج بھی اسمبلی کی فائل میں موجود ہوگا۔ اسے اپنے طور پر قادیانیوں نے شائع بھی کیا۔

کل جماعتی مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی طرف سے ملت اسلامیہ کا قادیانی فتنہ کے خلاف اپنا موقف پیش کرنا تھا۔ چنانچہ مرکزی مجلس عمل کے سربراہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے جاکر راولپنڈی میں ڈیرہ جمالیا۔ پارک ہوٹل میں آپ کا قیام طے ہوا۔ دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی لائبریری سے قادیانیت کی کتب اور اخبارات کا ایک ذخیرہ راولپنڈی منتقل کیا گیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق مذہبی بحث کو لکھنے کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی کو اور سیاسی بحث لکھنے کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو راولپنڈی بلالیا گیا۔ حضرت مولانا تقی عثمانی کی مدد کے لئے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ اور حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ کے ذمہ حوالہ جات مہیا کرنے کا کام لگایا گیا۔ قادیانی فتنہ سے متعلق سیاسی بحث لکھنے کے لئے حوالہ جات مہیا کرنے کا کام حضرت مولانا تاج محمودؒ اور حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ کے ذمہ لگایا گیا۔ دن بھر خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد نورانیؒ، فخر قوم چوہدری ظہور الٰہی مرحوم، جناب عزت مآب پروفیسر غفور احمد شریک ہوتے۔ رات کو حضرت شیخ بنوریؒ کے ہاں یہ سب حضرات یا جو فارغ ہوتے تشریف لاتے۔ البتہ حضرت مفتی صاحبؒ بہرحال ہر روز تشریف لاتے۔ دن بھر میں محضر نامہ کا جتنا حصہ تیار ہوجاتا وہ سنتے۔ حضرت شیخ بنوریؒ کے حکم پر حضرت پیر طریقت سید نفیس الحسینیؒ اپنے کاتب شاگردوں کی ٹیم کے ہمراہ راولپنڈی تشریف لائے جو حصہ محضر نامہ کا تیار ہوجاتا وہ حضرت سید نفیس الحسینیؒ کے سپرد کردیا جاتا۔ وہ اس کی کتابت کراتے۔ غرض اللہ رب العزت نے فضل فرمایا کہ دن رات مشین کی طرح تمام حضرات اپنا اپنا کام کرتے رہے۔ ادھر ۲۸/اگست کو لاہوری گروپ کا بیان وجرح مکمل ہوئی۔

اگلے دن ۲۹/اگست (ملت اسلامیہ کا موقف جو پہلے سے لکھا جاچکا تھا) کو حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ نے قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی میں پڑھنا شروع کیا۔ ۲۹/اگست، ۳۰/اگست کو حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے اپنا بیان مکمل فرمایا جو ملت اسلامیہ کا موقف اور چار ضمیمہ جات پر مشتمل تھا۔ ضمیمہ نمبر۱، فیصلہ مقدمہ بہاولپور۔ ضمیمہ نمبر۲، فیصلہ مقدمہ راولپنڈی، ضمیمہ نمبر۳، فیصلہ مقدمہ جیمس آباد، ضمیمہ نمبر۴، فیصلہ مقدمہ جی ڈی کھوسلہ گورداس پور۔ یہ تمام مسودہ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے دو دن میں مکمل فرمایا۔

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ایم این اے نے اپنی طرف سے علیحدہ محضر نامہ تیار کیا۔ جسے حضرت مولانا عبدالحکیم ایم این اے نے ۳۰/اگست کے اجلاس کے آخری حصہ میں پڑھنے کا عمل شروع فرمایا۔ جو ۳۱/اگست کے اجلاس کے اختتام تک مکمل ہوگیا۔ ۲/ستمبر کے اجلاس میں سردار مولا بخش سومرو، شہزادہ سعید الرشید عباسی، صاحبزادہ صفی اللہ، ڈاکٹر ایس محمود عباس بخاری، سردار عنایت الرحمٰن عباسی، چوہدری جہانگیر علی، کرنل حبیب احمد، مولانا غلام غوث ہزاروی، مغل اورنگزیب، راؤ خورشید علی خان، مولانا عبدالمصطفیٰ ازہری، میاں عطاء اللہ، بیگم نسیم خان، پروفیسر غفور احمد، خواجہ غلام سلیمان تونسوی، سید عباس حسین گردیزی، جناب عبدالعزیز بھٹی، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی، چوہدری غلام رسول تارڑ، جناب محمد افضل رندھاوا، چوہدری ممتاز احمد، غلام نبی چوہدری، ملک کرم بخش اعوان، جناب غلام حسن خان ڈھانڈلہ، مخدوم نور محمد ہاشمی اور دیگر ممبران قومی اسمبلی نے بحث میں حصہ لیا۔

۳/ستمبر کو جناب غلام رسول تارڑ، جناب کرم بخش اعوان، مولانا غلام غوث ہزاروی، پروفیسر غفور احمد، ڈاکٹر محمد شفیع، چوہدری جہانگیر علی، مولانا ظفر احمد انصاری، جناب حنیف خان، خواجہ جمال کوریجہ، حضرت مولانا عبدالحق ممبران قومی اسمبلی نے بحث میں حصہ لیا۔

(۴رستمبر کو سیری لنکا کے وزیر اعظم تشریف لائے۔ان کے اعزاز میں قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا۔اس لئے آج کی کاروائی خصوصی کمیٹی کا حصہ نہ تھی۔)

۵رستمبر کو پھر قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا۔جناب چوہدری محمد حنیف خان،ارشاد احمد خان،ملک محمد سلیمان،جناب عبدالحمید جتوئی،ملک محمد جعفر،ڈاکٹر غلام حسین،چوہدری غلام رسول تارڑ،احمد رضا خان قصوری کے بیانات ہوئے۔آج کے اجلاس کے آخری حصہ میں جناب یحییٰ بختیار اٹارنی جنرل نے بحث کو سمیٹنا شروع کیا۔

۶رستمبر کو ممبران قومی اسمبلی اور جناب یحییٰ بختیار کے بیانات و بحث اختتام کو پہنچی۔

۷رستمبر کو بھی خصوصی کمیٹی کے اجلاس میں ممبران نے بحث میں حصہ لیا۔کل ۲۱روز کی کاروائی ہے۔جس کا خلاصہ یوں ہے:

مرزا ناصر احمد کا بیان ۱۱روز ہوا۔	لاہوری گروپ کا بیان ۲روز ہوا۔
حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا بیان ۲روز ہوا۔	حضرت مولانا عبدالحکیم کا بیان ۱روز ہوا۔
ممبران قومی اسمبلی کے بیانات ۳روز ہوئے۔	ممبران و یحییٰ بختیار کے بیانات ۲روز ہوئے۔

کل ۲۱روز۔یہ کل اکیس دن کی کاروائی تھی۔

۷رستمبر کو قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا جس میں قادیانی،لاہوری مرزا قادیانی کے ماننے والے دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔اس زمانہ میں قومی اسمبلی کی یہ تمام تر کاروائی آڈیو ریکارڈ کے ذریعہ محفوظ کی گئی۔خصوصی کمیٹی کی اس تمام کاروائی کو ٹاپ سیکرٹ (انتہائی خفیہ) قرار دے کر سربمہر کر دیا گیا۔البتہ اسمبلی کے قواعد وضوابط کے مطابق تمام آڈیو کیسٹوں سے اسے کاغذ پر اسمبلی کے عملہ نے منتقل کیا۔اس خصوصی کمیٹی کی کاروائی کو انتہائی خفیہ کاروائی قرار دے کر اس کی اشاعت کو ممنوع اس لئے قرار دیا گیا کہ قادیانی گروہ نہیں چاہتا تھا کہ ہمارا کچا چٹھا قادیانی عوام کے سامنے آئے کہ کس طرح دن رات ہر اجلاس میں کئی بار قادیانی قیادت نے اپنے عقائد ونظریات سے انحراف کیا۔سیاہ دلی کے ساتھ سفید جھوٹ بولے۔خود قادیانی خواہشات کی تکمیل و قادیانیوں کی ناز برداری کے لئے اس کاروائی کو منظر عام پر نہ لایا گیا۔لیکن قادیانی شاطر قیادت نے دن رات جھوٹ بول کر اپنے عوام کے سامنے میاں مٹھو بنے کہ اگر اسمبلی کی وہ کاروائی چھپ جائے تو آدھا پاکستان قادیانی ہو جائے۔قادیانی سربراہ مرزا طاہر کا یہ بیان تاریخ کا حصہ ہے۔

ان دنوں جس ٹیم نے قادیانی مسئلہ کو قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کے سامنے پیش کرنے کے لئے محنت کی۔فقیر راقم کو بھی ان کی جوتیوں میں بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔تب مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ،مولانا شاہ احمد نورانیؒ،چوہدری ظہور الٰہی اور دیگر اراکین اسمبلی دن بھر کی کاروائی سنانے کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے پاس راولپنڈی پارک ہوٹل تشریف لاتے۔ان کی تمام گفتگو،قادیانیوں سے سوالات و جوابات کو تفصیل کے ساتھ فقیر نے کاپی پر نوٹ کی۔اسمبلی میں بھی رپورٹنگ کے لئے ساتھی موجود ہوتے تھے۔جو ہنڈس لیتے رہتے تھے۔وہ تمام کاروائی بھی فقیر نے قلمبند کی۔کچھ مواد ممبران سے بھی مل گیا۔اس طرح ''تاریخی قومی دستاویز'' کتاب تیار ہوگئی۔اس دوران اللہ رب العزت کے کرم کا معاملہ ہوا کہ جوہانسبرگ میں لاہوری گروپ کی طرف سے ایک کیس دائر ہوا۔جوہانسبرگ افریقہ کے مسلمانوں نے رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ سے اس کیس کی پیروی کے لئے مدد مانگی۔رابطہ نے پاکستان کے اس وقت کے صدر جناب ضیاء الحق سے اس کی پیروی درخواست کی۔پاکستان سے بھاری بھرکم سرکاری وفد افریقہ کے لئے گیا۔اس میں پاکستان کے لاء سیکرٹری جناب جسٹس (ر) محمد افضل چیمہ صاحب بھی تھے۔چنانچہ چیمہ صاحب کے ذریعہ وفد کو پاکستان کی قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کی وہ کاروائی جو آڈیو سے رجسٹروں پر منتقل کی گئی تھی۔اس کی کاپی صدر مملکت کے حکم پر فراہم کی گئی۔اس وفد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنمایان حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ،مولانا عبدالرحیم اشعرؒ اور بہت سارے حضرات شریک تھے۔چنانچہ اس خصوصی کمیٹی کی انتہائی خفیہ کاروائی کی کاپی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ان رہنماؤں کو بھی میسر آ گئی۔''تاریخی قومی دستاویز'' کتاب فقیر نے مرتب کی تھی۔وہ بلا مبالغہ پچاس ساٹھ ہزار کے قریب چھپ کر دنیا میں تقسیم ہوئی۔انگلش،بنگلہ وغیرہ زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے۔

(باقی صفحہ ۲۴پر)

غزہ پر اسرائیل کا وحشیانہ حملہ

پروفیسر شمیم اختر

۶ سال سے غزہ کی محصور ۱۹ لاکھ آبادی جو خوراک وادویہ کے لئے ترس رہی ہے اور جب بین الاقوامی امدادی تنظیمیں انہیں ضروریات زندگی کی اشیاء فراہم کرنے کی کوشش کرتی ہیں تو اسرائیلی قزاق ان پر سمندر میں چھاپا مار کر امدادی کارکنوں کو قتل اور سامان راحت رسائی کو لوٹ لیتے ہیں جیسا کہ ۲۰۱۰ء میں "Freedom Flotilla" پر صیہونی ہیلی کاپٹروں اور بندوق بردار کشتیوں نے کیا۔ بعد ازاں سال رواں میں انہی قزاقوں نے ایک اور امدادی مال بردار جہاز پر سمندر میں ہی ڈاکا ڈالا اور اس پر قبضہ کرلیا۔ آخر اسرائیل کی ان واردات اور صومالیہ کے قزاقوں میں کیا فرق ہے؟ لیکن امریکا اور اس کے یورپی حواری اسرائیل کی بحری قزاقی کو قانونی جبکہ صومالیہ کے جہاز رانوں کو قزاق کہتے ہیں۔ اس سے میری مراد دسمبر ۲۰۰۸ء سے جنوری ۲۰۰۹ء تک غزہ کی محصور آبادی پر صیہونی فضائیہ اور فوج کی اندھا دھند بمباری سے ہے، جس میں ۳۰۰ بچوں سمیت ۱۴۰۰ فلسطینیوں کا قتل عام ہوا۔ یہ حملہ بھی اسرائیل نے محصور غزہ کے حریت پسندوں کی جانب سے اسرائیل میں داغے گئے میزائلوں سے جوڑا تھا جسے اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کونسل کے مقرر کردہ تحقیقاتی کمیشن نے جارحیت قرار دے کر اسرائیل کے ہاتھوں غزہ کی آبادی کے قتل عام کے مساوی قرار دے دیا۔ حریت پسندوں کے راکٹ حملوں میں ۶ اسرائیلی فوجیوں سمیت کل دس اسرائیلی ہلاک ہوئے تھے جبکہ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، اسرائیل نے شہری آبادی پر فاسفورس بم برسائے، جو "International Humanitarain Law" کے تحت ممنوعہ ہتھیار ہے اور اس کا استعمال کرنے والا جنگی مجرم ہے، جسے سزا دی جانی چاہئے۔

اگر ۱۴ نومبر سے غزہ کے حریت پسندوں کی تل ابیب، مقبوضہ یروشلم اور اسرائیل کے دیگر شہروں اور قصبات پر راکٹ باری کو اس پس منظر میں دیکھا جائے کہ اسرائیل مغربی کنارے، القدس اور غزہ پر ۴۶ سال سے قابض ہے اور چھ سال سے اس کی زمینی، فضائی اور بحری ناکا بندی کی ہوئی ہے، جس کی وجہ سے وہ دانے دانے کو ترس رہے ہیں تو اگر وہ قید خانے سے نکلنے یعنی ناکا بندی توڑنے کے لئے قابض ریاست پر حملے کرتے ہیں تو اسے ان کی جنگ آزادی اور عسکریت پسندوں کو حریت پسند سمجھا جانا چاہئے، جیسے نمیبیا کے محاذ آزادی کے چھاپہ مار جو جنوبی افریقہ کے قبضے کے خلاف مسلح جدوجہد کر رہے تھے، حریت پسند کہلائے۔ لیکن یہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے۔ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری پر دوران بحث امریکا کی مندوب سوزن رائس نے شہری آبادی پر اسرائیل کی بمباری کو صیہونی ریاست کا "حق دفاع" قرار دیتے ہوئے اسے جائز قرار دیا۔ یہی بات بارک اوباما نے بھی کہی کہ حماس کی جانب سے کئے گئے راکٹ حملے اس ریاست کا دفاعی حق ہونے کی وجہ سے قانوناً جائز ہیں۔

یہ منطق میری سمجھ سے باہر ہے، کیونکہ جس انداز سے اسرائیل نے غزہ کی شہری آبادی، وزیر اعظم کے دفتر، پولیس ہیڈ کوارٹر، پناہ گزینوں کی بستیوں، رہائشی علاقوں پر بمباری کی ہے کیا وہ جنیوا پروٹوکول چہارم ۱۲ اگست ۱۹۴۹ء برائے باشندگان مقبوضہ ممالک کے یا اضافی پروٹوکول اول، دوم برائے جنیوا کنونشن کے مطابق ہے؟ کیا قابض ریاست مقبوضہ علاقے کی آبادی کی ناکا بندی کر کے انہیں خوراک، ادویہ سے محروم کر سکتی ہے؟ کیا وہ عام شہریوں پر بلا امتیاز بمباری کر سکتی ہے؟ اسرائیل اپنی "جوابی کارروائی" میں تادم تحریر (۲۰ نومبر) سو شہریوں کو ہلاک کر چکا ہے اور اس کے خلاف عوامی مزاحمت کو کچلنے کے لئے ۷۵ ہزار فوج طلب کر رہا ہے۔ یہ غزہ کی ۱۹ لاکھ آبادی پر بھرپور فوجی حملہ ہوگا، جس کا نام ستون طاقت کی کارروائی "Pillar of Strength Operation" رکھا ہے، جبکہ دسمبر ۲۰۰۸ء تا جنوری ۲۰۰۹ء کے وحشیانہ حملے کو "Opreation Cast Lead" سیسہ پلایا ہوا فوجی حملہ نام دیا تھا۔ یہ نام اسرائیل نے اپنے ناجائز باپ امریکا سے مستعار لیا ہے، جیسے جارج بش نے عراق پر کئے گئے حملوں کو "Opreation Desert Storm" کا نام دیا تھا، جو قتل وغارت کی داستان ہے۔

لیکن غزہ پر اسرائیل کی موجودہ کارروائی پر عالمی برادری برہم ہے، نیویارک میں اسرائیل کے خلاف احتجاجی مظاہرہ ہوا، اس کے علاوہ فرانس، یونان کے کے دارالحکومت ایتھنز، ماسکو، بیروت، قاہرہ، ڈکارتا،

ترکی، یمن اور تہران میں عوام نے سڑکوں پر نکل کر اسرائیل کی مذمت کی۔ روس نے اسرائیل پر غزہ کی آبادی کے خلاف غیر متناسب طاقت کے استعمال کا الزام لگایا، جبکہ مصر کے وزیراعظم ہشام قندیل نے غزہ شہر کے الشفا، ہسپتال کا دورہ کیا اور وہاں اسرائیل کے فضائی حملے میں شہید ہونے والے ۱۶ افراد میں سے چار سالہ بچے محمد یاسر کی لاش کو اٹھا کر بوسا دیتے ہوئے گلوگیر آواز میں کہا: ''یہ المیہ ناقابل برداشت ہے اور ساری عالمی برادری کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس جارحیت کو روکے اور جہاں تک مصر کا تعلق ہے تو وہ اس جارحیت کے سدباب اور جنگ بندی کو بروئے کار لانے میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔'' (ڈان، ۱۷ر نومبر ۲۰۱۲ء) اس سے قبل مصر کے صدر محمد مرسی نے غزہ پر اسرائیل کے بہیمانہ حملے کی مذمت کرتے ہوئے اہل غزہ کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔

آج مصر کا رویہ معزول صدر حسنی مبارک کے دور سے کتنا مختلف ہے، جس نے ۲۰۰۸ء، ۲۰۰۹ء کے اسرائیلی حملے کے دوران بمباری سے بچنے اور خوراک کے لئے رفح سے داخل ہو کر مصر میں عارضی پناہ لینے والوں پر دروازے بند کر دیئے تھے اور ان کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا تھا، آج دنیائے عرب بدل چکی ہے۔ مصر، تیونس، لیبیا اور یمن سے امریکا کے پٹھو حکمرانوں کو بے دخل کر دیا گیا ہے، جو عرب اور اسلامی اتحاد میں حائل تھے اور اس تبدیلی سے عرب لیگ کی ہیئت بدل گئی ہے اور وہ فعال کردار ادا کرے گی۔ البتہ خلیج کے راجواڑوں میں قطر کے علاوہ اور کسی کی غیرت نہیں جاگی۔ قطر کے امیر نے غزہ کا دورہ کیا اور حماس کی حکومت کو مالی امداد کی پیشکش کی۔ ادھر ترکی نے تو اردگان حکومت کے برسر اقتدار آتے ہی عرب ممالک سے یکجہتی کا مظاہرہ کیا، جس کے اعتراف میں شاہ عبداللہ نے انہیں عرب دوست قرار دے دیا۔ اس وقت تو برطانیہ بھی اسرائیل سے کترانے لگا ہے۔ اس کے وزیر خارجہ ولیم ہیگ نے جہاں اسرائیل پر غزہ کی راکٹ باری پر نکتہ چینی کی ہے، وہاں اسے انتباہ کیا ہے کہ اگر وہ غزہ پر زمینی حملہ کرتا ہے جیسا کہ نظر آ رہا ہے تو عالمی برادری کی ہمدردیاں کھو دے گا۔ (ڈان، ۲۰ر جنوری ۲۰۱۲ء)

یہ تو ہوئیں بین الاقوامی سیاست سفارت کی باتیں، لیکن فلسطین کا مسئلہ سفارت کاری سے حل نہیں ہونے کا، نہ ہی صلیبی صہیونی گٹھ جوڑ میں کوئی فرق آئے گا۔ اسے اہل غزہ اور ان کے حامی عرب ممالک ہی حل کر سکتے ہیں لیکن یہ جنگ فلسطینیوں کو لڑنا ہوگی۔ اس بار یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ حماس نے اسرائیل پر ۱۳۵۰ راکٹ داغے، جن میں سے ۴۲۲ کو اسرائیل میں امریکا کے تعمیر کردہ میزائل شکن نظام آہنی گنبد "Iron Dome" نے ناکارہ بنا دیا جبکہ ۶۴۰ جنوبی اسرائیل میں پھٹے۔ (ڈان، ۲۰ر نومبر ۲۰۱۲ء) سنا ہے کہ حماس نے اسرائیل کا ایک ہیلی کاپٹر بھی مار گرایا

ہے، جس کی اب تک صیہونی ریاست نے تصدیق یا تردید نہیں کی۔ (اسلام،۲۰؍نومبر۲۰۱۲ء)

اگر عرب ممالک اور ایران حماس کو لمبی مار کے راکٹ اور چھاپاماروں کی تربیت دیں تو وہ اسرائیل کو غزہ چھوڑنے پر اسی طرح مجبور کرسکتے ہیں، جیسے ۲۰۰۰ء میں حزب اللہ نے اسرائیل کی قابض فوج کو جنوبی لبنان چھوڑنے پر مجبور کردیا تھا۔ عرب ریاستوں اور ایران کو امریکا کے واویلا مچانے کی پروا نہ کرنا چاہئے اور حماس کو اسلحہ اور اس کے استعمال کی تربیت فراہم کرنی چاہئے۔ اس پر مغربی طاقتوں کو اعتراض نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ جب وہ خود مع سعودی عرب، قطر اور امارات بشارالاسد کی حکومت کے خلاف باغیوں کو اسلحہ اور تربیت فراہم کررہے ہیں تو وہ دوسروں کو فلسطینی چھاپاماروں کی امداد سے کیسے روک سکتے ہیں؟ (روزنامہ اسلام کراچی،۲۱؍نومبر۲۰۲۱ء)

حیدرآباد میں توہین رسالت کا دلخراش واقعہ!

حیدرآباد (رپورٹ: مولانا توصیف احمد) گستاخانہ فلم کے خلاف پورا پاکستان سراپا احتجاج تھا، حیدرآباد میں بھی ۱۶؍ستمبر۲۰۱۲ء بروز اتوار غلامان حضرت محمد ﷺ توہین رسالت کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کرارہے تھے۔ حیدرآباد شہر اور بازار مکمل بند تھا۔ اس دوران نصر اللہ نامی شخص آیا اور اس نے استفسار کیا کہ مارکیٹ کیوں بند کی ہے؟ مسولین نے جواب دیا کہ پیغمبر اسلام ﷺ کی گستاخی ہوئی ہے۔ اس لئے ہم نے دکانیں بند کی ہیں۔ تو نصر اللہ نے جواباً سخت دلخراش، خطرناک کلمات پیغمبر اسلام ﷺ اور امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے متعلق کہے۔ جس پر موقع پر موجود نجیب اللہ نامی شخص نے نصر اللہ کے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ توبہ کرو۔ تم نے یہ کلمات کہہ کر بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ بعدازاں مقامی علماء کرام اس بات کی تحقیق کے لئے نصر اللہ کو ملنے کے لئے آئے۔ جس پر نصر اللہ کی طرف سے فائرنگ کی گئی۔ مقامی نوجوان محمد افضل کے سر پر گولی لگی۔ نصر اللہ نے اس کے بعد معصوم بننے کے لئے (باوجود اس کے کہ توہین رسالت بھی کی اور ساتھی کو زخمی بھی کیا) پولیس کو اپنے گھر بلاکر ایف آئی آر درج کرائی۔ ۱۷؍ستمبر صبح ہنڑی تھانہ میں اس کے خلاف 295-C کے تحت امیر جمعیت علماء اسلام مولانا تاج محمد نے شہر کے دیگر علماء کرام کے ساتھ مل کر ایف آئی آر درج کرائی۔ اس مسئلے کے تمام پہلو پر غور وفکر کرنے اور اس کے حوالے سے لائحہ عمل طے کرنے کے لئے ۱۷؍ستمبر بعد عشاء دفتر ختم نبوت اور ۲۳؍ستمبر کو مفتاح العلوم میں شہر کے تمام علماء کرام کا اجلاس ہوا۔ اجلاس میں وفاق المدارس، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، اہلسنت والجماعت کے حضرات اور عظیم دینی درسگاہیں مفتاح العلوم، مظاہر العلوم، ریاض العلوم ودیگر دینی مدارس کے مفتیان کرام شریک ہوئے۔ اجلاس میں مدعی چکول خان ولد خان داد اور گواہوں نجیب اللہ خان، حکیم سعید، فیروز خان، اکرام اللہ، معاذ اللہ خان، ہاشم صاحب، سعید خان، خانم اللہ، روحان خان کے بیانات سنے گئے۔

نصر اللہ خان نے اپنی حمایت میں اپنے آپ کو معصوم ثابت کرنے کے لئے تین مزدوروں کو بھی استعمال کیا کہ میرے حق میں یہ گواہی دیں کہ میں نے یہ کلمات نہیں ادا کیے۔ مگر ان مزدوروں نے مفتاح العلوم میں مفتیان کرام کے سامنے اجلاس میں گواہی دی کہ ہمیں بہلا پھسلا کر لایا گیا۔ اصل حقیقت سے ہم واقف نہیں ہیں اور ہم توہین واقعہ کے وقت موجود ہی نہیں تھے۔ اسی طرح نصر اللہ خان نے اپنی حمایت میں دو اور نوجوانوں انگز خان پٹھان اور فدائے نظر پٹھان کو بھی اپنے حق میں بطور گواہی کے پیش کیا۔ مگر یہ دونوں نوجوان بھی نصر اللہ کے خلاف جج ملک حسان جوڈیشل مجسٹریٹ نمبر۶ کی عدالت میں ۱۶۴ کے تحت بیان ریکارڈ کراچکے ہیں۔ اسی طرح نصر اللہ کی طرف سے یہ واویلا بھی کیا گیا کہ میرا ان سے کاروباری تنازع تھا۔ جس پر مجھے انتقام کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر یہ بھی ایک کھلا جھوٹ تھا۔ کیونکہ ان کے مابین جو تنازع تھا وہ واقعہ سے ایک ماہ چند یوم قبل جرگہ نے پختون روایات کے مطابق فیصلہ کیا تھا کہ نصر اللہ بطور جرمانہ کے نجیب اللہ کو ۵۰ ہزار روپے اور دو بکرے ادا کرے گا۔ مگر نجیب اللہ نے یہ کہہ کر کہ نصر اللہ میرا پرانا جگری دوست تھا، اس سے رقم اور بکرے لوں۔ اس کو معاف کیا اور گلے لگایا۔ اس واقعہ کی گواہی حاجی عصمت اللہ صاحب اور ان کے رفقاء نے مفتاح العلوم میں دی۔ اسی طرح نجیب اللہ نے بھی بارہا یہ بات کی کہ علماء کرام کی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ ہمارے تنازعات کے حوالے سے تحقیق کی جائے کہ اگر ہمارے درمیان کوئی چپقلش ثابت ہوجائے تو میرا منہ کالا کرکے گدھے پر بٹھا کر شہر میں گھمایا جائے۔ تمام علماء کرام نے فیصلہ کیا کہ گستاخ رسول کو گرفتار کیا جائے اور اس پر توہین رسالت کا مقدمہ چلایا جائے اور جرم ثابت ہونے پر کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔ نصر اللہ خان ۲۸؍ستمبر کو سیشن کورٹ میں اپنی ضمانت کے لئے آیا۔ ضمانت مسترد ہوئی اور سیشن کورٹ کے احاطے سے اسے گرفتار کرلیا گیا۔ ۱۶؍ستمبر تا ۳؍نومبر ڈیڑھ ماہ کی جدوجہد کے بعد چالان پیش ہوا۔ اس عرصے میں کافی نشیب وفراز آئے۔ گستاخ رسول کو راہ دینے کی کوشش کی گئی۔ مگر جناب فاروق آزاد کی مسلسل شب وروز کی محنت اور تمام دینی ومذہبی جماعتوں اور مدارس کے حضرات کی دعاؤں کے طفیل اللہ پاک نے مدد فرمائی۔ ہمارے رفقاء ان کی تمام چالوں کے سامنے سد سکندری بن گئے۔ اب کیس دہشت گردی کورٹ میں چلے گا۔ اللہ رب العزت کامیابی نصیب فرمائیں۔ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب کی خدمت میں کیس کی رپورٹ پیش کی اور دعاؤں کی درخواست کی۔ حضرت نے کیس کی کامیابی کے لئے دعاؤں سے نوازا۔ اس کیس میں وفاق المدارس، جمعیت علماء اسلام، اہل سنت والجماعت، دینی مدارس، مفتاح العلوم، مظاہر العلوم، ریاض العلوم کے حضرات شہر بھر خصوصاً بالہ ناکہ کے علماء کرام گواہان سب کی محنت وجدوجہد قابل تحسین ہے۔ سب حضرات کیس کے لئے اپنا کردار ادا کررہے ہیں۔

مساجد و مدارس کو

سوئی گیس بم سے نشانہ بنانے کی افسوسناک کوشش

مولانا محمد حنیف جالندھری، جنرل سیکرٹری وفاق المدارس العربیہ پاکستان

اللہ رب العزت نے وطن عزیز پاکستان کو 1950ء کی دہائی میں سوئی گیس کی نعمت سے نوازا تھا۔ یہ وہ نعمت ہے جو پاکستان کو کسی غیر ملک سے خریدنی نہیں پڑتی بلکہ یہ قدرت کا انمول عطیہ مفت میں عنایت کیا گیا ہے۔ پاکستان میں سوئی گیس کا استعمال 1950ء کی دہائی کے آخر میں شروع ہوگیا تھا۔ اس وقت سے لے کر اب تک یعنی گزشتہ 50 سال سے زائد عرصہ کے دوران مساجد، مدارس اور دیگر دینی اداروں کو سوئی گیس کی فراہمی عام گھریلو صارفین کی طرح کی جا رہی تھی۔ ہم لوگ عرصہ دراز سے حکومت وقت سے یہ مطالبہ کرتے آرہے تھے کہ چونکہ مساجد اور مدارس فلاحی ادارے ہیں جو حکومت کی امداد کے بغیر گرانقدر خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور انہوں نے لوگوں کی دینی ضروریات پوری کرنے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ اس لیے ان دینی اداروں کو سوئی گیس کی فراہمی عام گھریلو صارفین کے مقابلہ میں رعایتی نرخوں پر ہونی چاہیے۔

ہمارے اس دیرینہ جائز مطالبہ کو تسلیم کرنے کی بجائے حکومت پاکستان کے ذیلی ادارے ''اوگرا'' نے 22 ستمبر 2012ء سے مساجد، مدارس اور دیگر دینی اداروں کو عام گھریلو صارفین کے زمرے سے نکال کر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ظالمانہ طور پر ان دینی اداروں پر ناقابل برداشت معاشی بوجھ ڈال دیا ہے۔ چنانچہ مساجد و دینی مدارس میں گیس کنکشن حاصل کرنے کا خرچہ 3,000 روپے سے بڑھا کر 31,000 روپے کر دیا ہے یعنی سروس لائن کی رقم 1,500 روپے سے بڑھا کر 5,000 روپے اور سیکیورٹی کی رقم 1,500 روپے سے بڑھا کر 26,000 روپے کر دی ہے یعنی اگر کوئی اپنی کوٹھی یا مکان پر گیس کنکشن لگوائے تو اسے محض 3,000 روپے دینے ہوں گے اور اگر اللہ کے گھر کے لیے گیس کنکشن لیا جائے تو 31,000 روپے دینے ہوں گے۔ عام گھریلو صارفین کے لیے سوئی گیس کے تین نرخ ہیں یعنی 100 روپے فی یونٹ، 200 روپے فی یونٹ اور 500 روپے فی یونٹ۔ لیکن مساجد و مدارس وغیرہ کے لیے ایک ہی نرخ ہے یعنی 500 روپے فی یونٹ۔ وہ جتنی بھی گیس استعمال کریں گے ان کو ساری مقدار پر 500 روپے فی یونٹ کے حساب سے ادائیگی کرنا ہوگی۔ ان دینی اداروں کو سستے نرخوں یعنی 100 روپے فی یونٹ اور 200 روپے فی یونٹ سے محروم کر دیا گیا ہے۔ عام گھریلو صارفین کے لیے کم سے کم بل کی رقم تقریباً 200 روپے ہے اور گزشتہ ماہ تک مساجد و مدارس وغیرہ کے لیے بھی کم سے کم بل کی رقم 200 روپے ہی تھی مگر حکومت کے ذیلی ادارے ''اوگرا'' نے اسلام دشمنی میں ظالمانہ طور پر 22 ستمبر 2012ء سے دینی اداروں کے لیے کم سے کم بل کی رقم 200 روپے سے بڑھا کر 3,600 روپے کر دی ہے۔ مساجد میں وضو کے گرم پانی کے لئے تین ماہ یعنی دسمبر، جنوری اور فروری میں سوئی گیس استعمال کی جاتی ہے باقی 9 ماہ یعنی مارچ سے نومبر تک مساجد میں گیس کا استعمال نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان 9 ماہ کے دوران گیس استعمال نہ کرنے کے باوجود 3,600 روپے ماہوار کے حساب سے 9 ماہ کا کم از کم بل 32,400 روپے ادا کرنا ہوگا اور اس کے علاوہ گیس کے استعمال کے حساب سے بھی فی یونٹ پانچ سو روپے مزید ادائیگی بھی کرنی پڑے گی۔

مساجد و مدارس کے ساتھ یہ ظالمانہ اور غیر مساویانہ طرز عمل اسلام دشمنی اور ظلم کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی اس مملکت میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ لوگوں کی دینی، علمی، روحانی اور اسلامی ضروریات پوری کرنے کے لئے مساجد و مدارس کے جملہ اخراجات اور انتظامات ریاست اور حکومت کی ذمہ داری ہوتی۔ اگر ریاست تمام تر بوجھ اور ذمہ داری اٹھانے کی سکت نہیں رکھتی تو کم از کم بجلی اور گیس کی سہولت تو مفت مہیا کی جاتی لیکن یہاں تو الٹی ہی گنگا بہتی ہے۔ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آنے والی اس ریاست میں دین پر عمل کرنے کو روز بروز مشکل سے مشکل بنایا جا رہا ہے جبکہ گناہ کرنا دن بدن آسان سے آسان تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ وہ چیزیں جن کی وجہ سے نسل نو کے بہکنے اور بے راہ روی کا شکار ہونے کے امکانات زیادہ ہیں

انہیں ستا کیا جارہا ہے،ان تک رسائی آسان ہوتی چلی جارہی ہے اور وہ ہر آدمی کی پہنچ میں ہیں لیکن وہ دینی مدارس جو اس قوم کے بچوں اور بچیوں کو علوم نبوت سے روشناس کروانے والے ہیں اور وہ مساجد جو ایک مسلمان کی ایمانی اور روحانی زندگی کے لئے از حد ضروری ہیں ان کا انتظام مشکل سے مشکل تر بنایا جارہا ہے۔

حکومت کے اس ظالمانہ اور غیر منصفانہ فیصلے کے بارے میں عوام الناس میں مختلف قسم کی آراء پائی جاتی ہیں۔بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ اس عالمی استعماری ایجنڈے کا حصہ ہے جس کے تحت دین اسلام سے نسبت رکھنے والی ہر علامت، ہر ادارہ اور ہر مرکز دشمن کا ہدف ہے اور وہ ہر اس عمل کو روکنا چاہتے ہیں جو اسلام کے غلبے اور مسلمانوں کی کامیابی کی ضمانت دیتے ہوں اور جن کے ذریعے لوگ دین سے مزید قریب ہوسکیں یہی وجہ ہے کہ کبھی مساجد میں بم دھماکے کروا کر لوگوں کو خوفزدہ کردیا جاتا ہے اور انہیں مسجدوں میں جانے سے روکنے کی کوشش کی جاتی ہے۔کبھی دینی مدارس کو ہدف تنقید بنایا جاتا ہے ،مدارس کی کردارکشی کی مہم چلائی جاتی ہے ،مدارس کے اساتذہ وطلباء کو شہید کیا جاتا ہے ،مدارس پر بلا جواز چھاپے مارے جاتے ہیں ،مدارس کے ساتھ تعاون کرنے والوں کو ہراساں کیا جاتا ہے اور اب ایک وار گیس کے بلوں کی شکل میں کیا گیا۔اس سے قبل بجلی کے بلوں میں بھی غیر اعلانیہ طور پر اس قسم کی وارداتوں کو محسوس کیا گیا اور اب گیس کے بلوں کی شکل میں نقب زنی کی کوشش کی جارہی ہے جسے ان شا اللہ کسی صورت میں کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا۔

جبکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ واردات کسی ایسے بے دین، سیکولر اور قادیانی مزاج بابو کے شاطرانہ دماغ کا شاخسانہ ہے جس نے مساجد و مدارس کو ہدف بنا کر مسلمانوں کے ایمان وعقیدے اور مذہبی وابستگی پر ضرب لگانے کی کوشش کی ہے لیکن اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس ملک کے کروڑوں اہل ایمان اس کوشش کو ناکام بنا کر دم لیں گے۔

اس ظالمانہ فیصلے کی اطلاعات ملنے کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال پر غور کرنے کے لئے ابتدائی مرحلے میں ہم نے اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کی سرکردہ شخصیات کو جمع کر کے باہمی مشاورت کی اور حکمت عملی طے کر لی ہے کہ اس ظالمانہ جسارت کی ہر سطح پر ،ہر طریقے سے ہر ممکنہ مزاحمت کی جائے گی۔

ابتدائی مرحلے میں ہم صدر پاکستان، وزیر اعظم پاکستان، وفاقی وزیر پٹرولیم پاکستان اور چیئرمین ''اوگرا'' سے خطوط، مضامین، اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے مطالبہ کرتے ہیں کہ فی الفور مساجد و مدارس کے سوئی گیس بلوں میں اضافہ کو واپس لیا جائے اور اس ظالمانہ وجانبدارانہ فیصلہ کے ذمہ داروں کو معطل کر کے عبرتناک سزا دی جائے۔اسی طرح چیف جسٹس آف پاکستان سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس اقدام پر سوموٹو نوٹس لیں تاکہ ارباب مساجد و مدارس اور پوری قوم میں پایا جانے والا اضطراب ختم ہوسکے۔

☆☆..........☆☆

اہلِ حق کے سارے طبقے اپنی جگہ درست ہیں

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

میں عموماً عرض کیا کرتا ہوں اور بار بار دہراتا ہوں،لوگوں کا ذہن صاف کرنے کے لئے کہ بسا اوقات لوگ تبصرے کرنے لگ جاتے ہیں کہ تبلیغی جماعت جہاد کے خلاف ہے،مجاہد تبلیغی جماعت کے خلاف ہیں،یہ بے وقوفوں والی باتیں ہیں،اَن پڑھوں اور جاہلوں والی باتیں ہیں،میں تین فقرے بولا کرتا ہوں،یہ تین فقرے یاد رکھو:

ا:...دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے،دین ہے قرآن،حدیث اور فقہ کا نام اور اس کو محفوظ مدرسے رکھتے ہیں،یہیں سے مفتی تیار ہوتے ہیں،یہیں سے محدث تیار ہوتے ہیں،تو جب تک مدارس میں یہ چیز باقی ہے،دین باقی ہے تو دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے۔

۲:...اور دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے،انہی مدرسوں میں سے جو دین محفوظ ہے،ہماری تبلیغی جماعت نے انہی سے لے کر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے دنیا کے کناروں تک اس کو پہنچایا ہے،جن کو مدارس نے محفوظ کیا،اسی حدیث،فقہ اور تفسیر کی بات کو تبلیغی بھائیوں نے دنیا کے کناروں تک پہنچایا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آج دنیا کا کوئی حصہ باقی نہیں ہے کہ جہاں ہماری یہ جماعت دین کی بات نہ کرتی پھرتی ہو،اس لئے مدارس سے بچاؤ ہے اور تبلیغ سے پھیلاؤ ہے۔

۳:...اور مجاہدین ان کے پہریدار ہیں،رکاوٹ دور کرنے کے لئے جہاں کوئی رکاوٹ پیش آجائے تو یہ ڈنڈا لے کر آجاتے ہیں تو جب تینوں کا کام ہوگا تو سارے کا سارا معاملہ چلتا رہے گا۔اس لئے ڈنڈا بردار نوجوانوں کی بھی ضرورت ہے،اس کے بغیر کفر مرعوب نہیں ہوتا اور مدرسہ بھی ضروری ہے کہ اس کے بغیر دین کا بچاؤ نہیں ہوتا،آپ چالیس سال تک تبلیغ کرتے پھرتے رہیں،لیکن کوئی حافظ تیار نہیں ہوگا،کوئی محدث تیار نہیں ہوگا،کوئی مفسر تیار نہیں ہوگا،کوئی مفتی تیار نہیں ہوگا۔یہ مدرسوں میں بنتے ہیں تو دین کا بچاؤ مدارس کے ساتھ ہے دین کا پھیلاؤ تبلیغ کے ساتھ ہے اور مجاہدین ہم سب کے محسن ہیں جو ہمارے راستہ کی رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں،لہٰذا ہر ایک اپنی جگہ پر اہم ہے اور اپنی اپنی جگہ اہم ہو کر اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور کوئی آپس میں مخالفت نہیں،کوئی آپس میں ٹکراؤ نہیں،ان میں ٹکراؤ کا قول کرنا ٹھیک نہیں ہے۔

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

خواتین کو اسلام نے کیا کیا دیا...؟

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

قوانین اسلام میں عورتوں کو جو حقوق دیئے ہیں، ان کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ اس وقت ہو سکے گا جب اسلام کے علاوہ دیگر مذہبی، ملکی، قومی قوانین سے آگاہی ہو اور دونوں کے درمیان موازنہ کیا جائے۔ جیسا کہ روشنی کی صحیح قدر اسے ہی ہوتی ہے یا ہو سکتی ہے جسے تاریکی سے واسطہ پڑا ہو یا غذا کی افادیت کا اندازہ حقیقتاً وہی صحیح لگا سکتا ہے جو بھوک اور فاقہ کا شکار ہو۔ اس لئے ہلکی سی جھلک غیر اسلامی نظام و قوانین کی دکھانا نیز جاہلیت کے ان طریقوں کا ذکر کرنا مناسب لگتا ہے جو صنف نازک کے بارے میں دنیا بھر میں رائج ہیں۔

رومن لاء:

ہم یہاں سب سے پہلے رومن لاء کا مختصر جائزہ لیتے ہیں جسے عام طور پر قوانین کا جنم داتا اور انسانیت کا رکھوالا اور انصاف کا نمائندہ باور کیا اور کرایا جاتا ہے جو عرصہ دراز تک سارے مغرب میں اور خاص طور پر یورپ میں دستوری حکمرانی کرتا رہا ہے۔ اس لاء میں کنبہ کے سربراہ کو کنبہ کے باقی افراد خواہ وہ بیوی ہو یا بہو، بیٹے، بیٹی ہوں یا پوتے پوتی، خرید و فروخت کرنے، ہر طرح کی ایذائیں دینے حتیٰ کہ قتل کرنے کا اختیار تھا، نیز بیوی کو ترکہ سے محروم رکھنے کا بھی اسے حق حاصل تھا۔ لڑکیاں حق ملک نہیں رکھتی تھیں اور اپنے باپ کے ترکہ سے بھی محروم ہوتی تھیں۔ (دیکھئے المرأة بین الفقه والقانون، ص:۱۵،۱۹ (طبع رابع از ڈاکٹر مصطفی سباعی) اور الترکة والمیراث فی الاسلام، ص:۴۰تا۵۴، از ڈاکٹر محمد یوسف مصری، لمطبعة المعرفة)

یونانی قانون:

یونانی قانون میں عورت کی حیثیت معمولی سامان کی سی تھی، جس کی بازار میں آزادانہ خرید و فروخت ہوتی، اسے نہ شہری حقوق حاصل تھے نہ آزادی، میراث بھی نہیں دی جاتی تھی، اسے ناپاک سمجھا جاتا تھا، پوری زندگی وہ کسی نہ کسی مرد کے شکنجہ میں گرفتار بلا رہتی۔ شادی سے قبل سرپرست کے اور شادی کے بعد شوہر کے پنجۂ استبداد میں رہتی، نہ اپنے مال میں تصرف کا حق رکھتی تھی نہ جان میں، باپ اپنی بیٹی کو فروخت کرتا اور ہونے والا شوہر اسے خریدتا تھا اس کے بعد اسے (شوہر کو) پورا اختیار ہوتا تھا کہ اسے چاہے اپنی زوجیت میں رکھے یا کسی اور کو سونپ دے۔ (صدی حریة الزوجین، ص:۱۲۷، از ڈاکٹر عبدالرحمن صابونی، نیز المرأة بین الفقه والقانون، ص:۱۳)

مسیحی مذہب:

جسے دنیا میں مہذب ترین کہلانے والے ملکوں میں سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کا حال اور اس کا ریکارڈ تو عورت کے بارے میں سب سے گیا گزرا ہے۔ اس بارے میں غیر عیسائیوں کے علاوہ خود عیسائیوں نے جو تفصیلات بتائی ہیں وہ عبرت کے لئے کافی ہیں۔ مثلاً ایک عیسائی انگریز فلسفی ہربرٹ اسپنسر کہتا ہے گیارہویں اور پندرہویں صدی (بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی آٹھ سو سال بعد تک) انگلستان میں عام طور پر بیویاں فروخت کی جاتی تھیں۔ عیسائی مذہبی عدالتوں نے ایک قانون کو رواج دیا، جس میں شوہر کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو کسی دوسرے کے حق میں جتنی مدت کے لئے چاہے عاریتاً بھی دے سکتا ہے۔ ان سب سے شرمناک یہ رواج تھا (جسے ایک قانون کا سا درجہ حاصل تھا) کسی کسان کی نئی نویلی دلہن کو مذہبی پیشوا یا حاکم کو چوبیس گھنٹے تک اپنے تصرف میں رکھنے اور اس کے جسم سے لطف اندوز ہونے کا حق حاصل تھا۔

(المرأة بین الفقه والقانون، ص:۲۱۱)

اور تو اور سولہویں صدی (۱۵۶۷ء) میں بعثت نبوی سے تقریباً ایک ہزار سال بعد اسکاٹ لینڈ کی پارلیمنٹ نے یہ قانون پاس کیا کہ عورت کو کسی بھی چیز پر ملکیت کا حاصل نہیں ہوگا اور ان سب سے زیادہ تعجب خیز انگلستان کی پارلیمنٹ نے قانون پاس کیا، جس میں عورت کے لئے انجیل پڑھنا حرام قرار دیا۔

(المرأة بین الفقه والقانون، ص:۲۱۱)

اس کا تذکرہ کرنے کے بعد ڈاکٹر سباعی صاحب نے بجا طور پر تقابل کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں قرآن مجید کو یکجا کر کے ایک مصحف تیار کیا تو وہ حضرت حفصہؓ کے پاس محفوظ کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ وہ خاتون تھیں، سب سے بڑھ کر عجیب تر انکشاف یہ ہے کہ ۱۸۰۵ء تک انگلستانی قانون کی رو سے شوہر بیوی کو فروخت کرنے کا پورا اختیار رکھتا اور اس کی قیمت بھی جو قانوناً

مقرر تھی وہ اتنی حقیر تھی کہ اس کا ذکر کرنا باعث شرم ہے یعنی صرف چھ پنس (تقریباً آج کے دو روپیہ ہندوستانی)۔(المرأۃ بین الفقہ والقانون،ص:۲۱۱)

اس کے ساتھ ایک اور مسیحی یورپی ملک فرانس میں ایک کانفرنس کا حال یاروئیداد دل پر پتھر رکھ کر سن لیجئے جس میں اس بات پر بحث ومباحثہ ہوا کہ عورت انسان ہے یا کوئی اور جانور؟ اگرچہ آخر میں طے پایا کہ انسان ہے۔ (معارف القرآن،ج:۱،ص:۵۴۹،از مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

علاوہ ازیں مسیحی مذہبی قانون کی رو سے عورت ترکہ سے بہر صورت محروم رہتی تھی بلکہ اکثر اولاد بھی، صرف بڑا لڑکا ہی استحقاق (ترکہ پانے کا) رکھتا تھا۔

یہودی مذہب:

موجودہ یہودی مذہب (جو ظاہر ہے کہ محرف شکل میں ہے) میں عورتیں ترکہ کا استحقاق قطعاً نہیں رکھتی تھیں۔ چاہے بیوی ہو، بیٹی ہو یا ماں، بہن۔ البتہ بڑا لڑکا چھوٹے لڑکے کے مقابلے میں دوہرا حصہ اپنے باپ کے ترکہ میں پاتا۔(الترکۃ والمیراث،ص:۴۱،۴۲)

ہندو دھرم:

ہم سب سے پہلے (Encylopidia of Religion & Etaies) کے حوالے سے ہندومت میں عورت کے حقوق وغیرہ کے بارے میں جو ملتا ہے اس کا مختصر تذکرہ کرتے ہیں۔ بعد ازاں خود ہندوؤں کی معتبر کتابوں سے اس موضوع پر تفصیلات پیش کریں گے۔ یہاں یہ بتانا بے محل نہ ہوگا کہ مذکورہ کتاب (اخلاق و مذاہب کی انسائیکلوپیڈیا) دنیا بھر میں معتبر تسلیم کی جاتی ہے، اس کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

''سرتی (ہندو مذہب کی معتبر کتاب) میں آٹھ قسم کی شادیوں کو تسلیم کیا گیا ہے، یہ طریقہ جنگجو اور نچلی ذات کے لوگوں میں رائج تھا۔ جس میں عورت کو خریدا جاتا تھا۔ اسی طرح (نکاح کی) ایک قسم کا نام راکشش ہے جس میں عورت پر زبردستی قبضہ کرلیا جاتا تھا۔''

(انسائیکلوپیڈیا،ج:۸،ص:۴۵۲،۴۵۳،انسائیکلوپیڈیا،ج:ہشتم)

اب ہندو مذہب کی مشہور کتاب ''منوسرتی'' (اردو ترجمہ شائع کردہ بھائی تاراچند پھر بک سیلر، لاہوری گیٹ، لاہور) سے براہ راست کچھ دفعات نقل کرتے ہیں، جس سے ہندو مذہب میں رشتہ ازدواج اور عورت کی حیثیت سے متعلق حقائق آمنے سامنے آتے ہیں۔

منوسرتی ادھیائے ۹ سلسلہ نمبر۲: رات دن عورت کو پتی کے ذریعہ بے اختیار رکھنا چاہئے منوسرتی ادھیائے ۹ سلسلہ نمبر۵۸: اگر اولاد نہ ہو تو اپنے خاندان سے اجازت لے کر مالک (شوہر، عام طور پر شوہر کے لئے مالک کا استعمال ملتا ہے، اس سے بھی عورت اور شوہر کی صحیح حیثیت کا پتہ لگانا آسان ہوجاتا ہے) خاندان کے رشتہ دار یا دیور سے اولاد پیدا کرے۔

منوسرتی ادھیائے ۹ سلسلہ نمبر۱۱۹: چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی زوجہ میں بیٹا پیدا کرے تو اس بیٹے کے ساتھ چاچا لوگ برابر حصہ تقسیم کریں۔ (منوسرتی ص:۱۸۳،اردو ترجمہ شائع کردہ بھائی تاراچند پھر بک سیلر، لاہوری گیٹ، لاہور)

ہندو مذہب میں شادی (وواہ) کے علاوہ ایک عقد جائز تسلیم کیا گیا ہے، جسے ''نیوگ'' کہتے ہیں۔ اس میں شادی شدہ عورت سے بھی دوسرا شخص کچھ مدت کے لئے نکاح کرسکتا ہے۔ اس طریقہ سے پیدا ہونے والی اولاد اصلی شوہر کی ہی سمجھی جاتی ہے اور یہ دوسرے قسم کا نکاح (نیوگ) دس مردوں سے بھی ہوسکتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سوامی دیانند سرسوتی کے لیکچروں کا مجموعہ۔ (ایڈیشن ہجری، ص:۱۰۷، ازسوامی شائع کردہ سیکریٹری آریہ منڈل گیرانہ ضلع مظفر نگر)

واضح رہے کہ ایک مشہور یورپین مصنف جان ڈی مین نے ''قانون رواج ہنود'' نامی کتاب ''نیوگ'' کی یہ تعریف کی ہے: ''دوسرے کی زوجہ سے بچہ جنانے کا عام رواج ''نیوگ'' کے نام سے موسوم تھا۔''

(قانون رواج ہنود،ج:۱،ص:۱۰۶،ترجمہ از مولوی آبرعلی بی اے آنرز،شائع کردہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد ۱۹۴۱ء)

علاوہ ازیں ابھی چند سال پہلے ۱۹۹۶ء ایک رپورٹ ملک کے مشہور اخبارات میں شائع ہوئی جس میں بتایا گیا ہے: ''ہندوستان سمیت کئی ملکوں میں ایک عورت کے ایک سے زائد شوہر ہونے کی رسم آج بھی موجود ہے۔'' آگے چل کر کہا گیا ہے: ''ہندوستان میں لداخ ہماچل کے سرمور ضلع میں اونچی ذات والوں میں اور اترپریش کے دہرہ دون ضلع میں یہ رسم موجود ہے۔ ''لداخ کے کچھ فرقوں میں یہ رسم اس طرح موجود ہے کہ ''خاندان کے سبھی مردوں کی ایک ہی بیوی ہوتی ہے۔ خاندان کا بڑا بھائی کسی عورت سے شادی کرتا ہے اور بعد میں سبھی بھائی اس عورت کے ساتھ تعلقات قائم کرتے ہیں۔'' یہ انکشافات مشہور ماہر سماجیات پروفیسر منیش کمار راما نے ایک سروے کرنے کے بعد کئے ہیں، جو یہ بھی کہتے ہیں کہ: ''ہماچل پردیش کے ضلع گزٹ کے مطابق یہ رسم خاص طور پر برہموں اور راجپوتوں میں! اور کچھ نچلی ذاتوں میں پائی جاتی ہے۔ حال کے ایک سروے سے پتہ چلا ہے کہ ۹۸ شادیوں میں سے ۴.۲ فیصد کثیر شوہری تھیں۔'' (قومی آواز لکھنو، مورخہ ۱۱ جنوری ۱۹۹۶ء)

ہندو مذہب کے قانون وراثت میں عورتیں تو سب اور بڑے بیٹے کے علاوہ بقیہ لڑکے بھی باپ کے ترکہ سے محروم ہوتے ہیں، جیسا کہ منوسرتی میں ہے: ''ماں باپ کی تمام دولت بڑا بیٹا ہی لیوے۔'' (منوسرتی اردو ترجمہ، ص:۱۸۱)

عرب کا زمانہ جاہلیت:

قبل از اسلام عربوں میں عورت کی جو حالت زار تھی، اس سے تو کم وبیش اکثر اہل علم واقف ہیں کہ لڑکی کی پیدائش ہی سخت عار کی بات سمجھی جاتی اور اس داغ کو مٹانے کے لئے اسے زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔

جس کا قرآن مجید میں بھی بڑے بلیغ انداز میں تذکرہ ہے۔ سورۂ نحل، آیت: ۵۸،۵۹ میں ہے:

"وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُھُمْ بِالْاُنْثٰی ظَلَّ وَجْھُہٗ مُسْوَدًّا وَّھُوَ کَظِیْمٌ O یَتَوَارٰی مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِہٖ اَیُمْسِکُہٗ عَلٰی ھُوْنٍ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ."

عورت کو چاہے بالغ ہی ہو اپنا نکاح خود کرنے کا اختیار نہیں تھا، بلکہ اس کا ولی جس سے چاہے اس کی مرضی کے بغیر بھی نکاح کر سکتا تھا، پھر بیوی کی حیثیت بالکل باندی کی سی تھی جو صرف شوہر کی جنسی خواہش بلکہ ہوس کا شکار بننے کے سوا اور کوئی حق نہیں رکھتی تھی۔ بیوہ ہو جاتی تو اس کے شوہر کے ساتھ مرنے والے کا ترکہ کا سا معاملہ کرتے یعنی چاہے اپنے پاس رکھتے یا دوسرے سے نکاح کرتے اسے شوہر کے ترکہ میں سے کچھ بھی نہ دیتے، کیونکہ ترکہ کا استحقاق رجولیت اور قوت پر تھا۔ اس بنا پر کم عمر لڑکے بھی ترکہ سے محروم رکھے جاتے اور لڑکیاں تو سب ہی محروم رہتیں۔ ان باتوں کی تفصیل بکثرت کتب حدیث و تفسیر و فقہ میں ملتی ہے۔ یہاں چند حوالوں پر اکتفا کیا جا رہا ہے:

۱: . . . ابو عبداللہ الانصاری القرطبی (ف:۶۷۱ھ) اپنی شہرۂ آفاق تفسیر الجامع الاحکام القرآن میں لکھتے ہیں: "وکانت الوراثة فی الجاھلیة بالرجولیة والقوة."

(ج:۵، ص:۴۷، دار الکتاب العربی ۱۳۸۷ھ)

۲: . . . اور امام ابوبکر جصاص الرازیؒ (ف:۳۷۰ھ) نے احکام القرآن میں لکھا: "فلم یکونوا یورثون الصغار ولا الاناث وانما یورثون من قاتل علیا لفرس وحاز الغنیمة."

(ج:۳، ص:۵، دار الکتاب العربی بیروت)

۳: . . . امام التفسیر ابن جریر طبریؒ (ف:۳۱۰ھ) نے آیت میراث کا شان نزول بتاتے ہوئے ذکر کیا ہے:

"یا رسول اللہ تونی زوجی وترکنی وابنته فلم نورث فقال عم ولدھا یارسول اللہ لا ترکه فرسا ولا تحمل کلا ولا تنکا عدوا." (ج:۴، ص:۲۶۳، مصطفی البابی الحلبی مصر)

"بالعموم بڑا لڑکا ہی ترکہ کا مستحق سمجھا جاتا تھا، چنانچہ اسی اصول کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کا ترکہ صرف حضرت ابوطالب کو ملا۔" (شرح مسلم نووی، ج:۲، ص:۴۳۶)

اسلام نے خواتین کو کیا دیا؟

اب آیئے دیکھیں کہ اسلام میں عورت کا کیا مقام ہے اور اس کے لئے کیسی کیسی شرعی قوانین میں رعایتیں دی گئی ہیں۔ عورت کے بارے میں قرآن مجید کی سورہ نساء آیت نمبرا میں انسانیت کی مساوات کا "خلقکم من نفس واحدة وجعل منھا زوجھا" کے الفاظ میں صاف اعلان کر دیا گیا کہ عورت اور مرد دونوں ایک ہی نفس سے پیدا شدہ ہیں، اس لئے دونوں ہم جنس ہیں، ایسا نہیں کہ عورت کسی اور جنس سے ہو مثلاً حیوان ہو اور مرد دوسری جنس سے بلکہ دونوں ہی انسانیت کے رشتہ سے برابر ہے۔ اسی طرح حدیث نبوی میں: "النساء شقائق الرجال" فرما کر اس کی تصریح و توضیح فرما دی گئی۔ چنانچہ اسلام کے تمام احکام میں صنفی اور طبعی فرق کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں کے لئے یکسانیت برتی گئی ہے، بلکہ اسلام کے تمام قوانین پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو عورت کو کچھ زیادہ رعایتیں دی گئی معلوم ہوتی ہیں۔ عرب میں (جیسا کہ اوپر گزرا) لڑکیوں کی پیدائش سخت عیب کی بات سمجھی جاتی تھی، اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات دی مثلاً فرمایا:

"من بلی ھذہ البنات شیئا فاحسن الیھن کن سترا من النار."

(صحیح بخاری، ج:۲، ص:۸۸۷)

ترجمہ: "جو شخص لڑکیوں کی بہترین طریقہ پر سرپرستی کرے (تربیت کرے) اور اچھا برتاؤ کرے گا وہ جہنم میں نہ جائے گا۔"

ایک اور حدیث میں یوں فرمایا:

"من کانت له ثلاث بنات اوثلاث اخوات اوبنتان اواختان فاحسن صحبتھن واتقی اللہ فیھن فله الجنة" (ترمذی، ج:۲، ص:۱۳، ۱۲، کتب رشیدیہ دہلی)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

"من عال جارتین دخلت انا وھو الجنة کھاتین اشار باصبعیه" (ترمذی، ص:۱۳)

ترجمہ: "جو شخص دو تین بہنوں یا لڑکیوں کی بہترین طریقہ پر تربیت کرے اور کسی طرح کی زیادتی نہ کرے وہ جنت میں جائے گا اور اللہ کے رسول سے اتنا قریب ہوگا جتنی ایک ہاتھ کی برابر کی انگلیاں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شوق انگیز بیان کے بعد بھلا کون سچا مسلمان ہوگا جو لڑکیوں اور بہنوں کی پرورش میں کوتاہی کرے اور دلچسپی نہ لے۔ ان ہدایات کا یہ اثر ہوا کہ غیر شادی شدہ لڑکیاں اس خطۂ عرب میں جہاں زندہ درگور کر دی جاتی تھیں "کریمہ" یعنی خاتون معزز و محترم کہلائی جانے لگیں۔ مزید یہ کہ اس صنف کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا اور بھی متعدد پیرائے بیان میں حکم دیا، مثلاً قرآن مجید سورۂ نساء:۱۹ میں فرمایا: "عاشروھن بالمعروف" (عورتوں کی ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزارو) اور حدیث میں فرمایا: "استوصوا بالنساء خیرا" (عورتوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے میں میری صلاح مانو) بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی

ہدایت کی کہ عورت سے اگر کوئی تکلیف بھی پہنچے تو یہ خیال کرکے کہ ان میں بہت سے خوبیاں بھی ہیں طرح دے جاؤ، غور کیجئے یہ انداز بیان کتنا موثر ہے۔

الفاظ حدیث یہ ہیں: ''لا یفرک مومن مومنة ان کرہ منها خلقا رضی منها آخر.''

(صحیح مسلم، بحوالہ مشکوٰۃ، ج:۲، ص:۲۸۰)

درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی مستفاد ہے قرآن کریم کی (سورۂ نساء:۱۹)

''فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا.'' سے

ایک حدیث شریف میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اکمل المومنین ایمان احسنهم خلقا و خیارکم خیارکم نسائهم.''

(ترمذی، ج:۱، ص:۱۳۸)

ترجمہ: ''ایمان کامل اس شخص کا ہے جو خوش اخلاقی میں ممتاز ہو اور تم سب سے اچھا وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں کے لئے اچھا ہو۔''

انہی آیات و احادیث نبوی کی بنا پر امام غزالی رحمہ اللہ نے کیا خوب بات فرمائی:

''مطلب یہ ہے کہ عورت کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنے کے حکم کا تقاضا صرف یہ نہیں ہے کہ مرد عورت کو اذیت نہ پہنچائے بلکہ اس کے اندر یہ بھی داخل ہے کہ اگر عورت کی طرف سے کوئی تکلیف دہ بات پیش آئے تو اسے برداشت کرے۔''

(احیاء علوم الدین، ج:۲، ص:۳۹)

امام غزالی رحمہ اللہ نے یہ بھی لکھا ہے:

''(اور احادیث صحیحہ میں یہ واقعہ موجود ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے بالکل قریب جبکہ زبان مبارک پورا ساتھ بھی نہیں دے رہی تھی اس وقت جو چند اہم نصیحتیں امت کو فرمائیں، ان میں عورت کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے اور اس کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی بھی تھی۔''

(احیاء علوم الدین، ص:۳۷، ۳۸، ج:۲)

عورت کے اخراجات:

عورت کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے اس کے ساتھ عزت واحترام کا بلکہ دلجوئی کا معاملہ کرنے کا حکم اس کی صنفی نزاکت کے لحاظ و رعایت کی بنا پر ہی ہے، کیونکہ نازک چیز کی رعایت زیادہ ہوتی ہے۔ ایک حدیث صحیح میں انہیں قواریر (آبگینہ) فرما کر ان کی نزاکت کا اعتراف آخری درجہ میں کیا گیا ہے۔

صحیح بخاری، ج:۲، ص:۹۱۷ میں ہے: ''رفقا بالقواریر'' ''اس بنیاد پر اسے کسب معاش کی مشقتوں سے بچایا گیا اور اس کا نفقہ کسی نہ کسی مرد کے ذمہ کردیا گیا ہے۔ شادی سے قبل والد پر، والد کے نہ ہونے پر اس کے اخراجات برداشت کرنے کے لائق نہ ہونے کی صورت میں حسب اصول وراثت دادا، چچا، بھائیوں وغیرہ پر، شادی کے بعد شوہر پر، شوہر سے علیحدگی پر عدت کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ، شیر خوار بچہ کی موجودگی میں عدت کے بعد بھی جب تک بچہ ماں کا دودھ پیتا رہے اس کے، نیز بچہ کے اخراجات بھی اس کے سابق شوہر پر ہی ہیں۔ عدت کے بعد (شیر خوار بچہ نہ ہونے کی صورت میں) اولاد پر، اولاد نہ ہو تو پھر شادی سے قبل کی طرح اولاد یا دیگر رشتہ داروں پر لازم ہوتے ہیں، جن پر اخراجات لازم ہیں وہ رضا کارانہ نہیں بلکہ ان پر واجب ہوتے ہیں۔

(درمختار اس کی شرح ردالمختار، ج:۲، ص:۶۴۳)

عورت کے اختیارات:

اوپر کی تفصیلات سے اسلام میں عورت کے عزت واحترام نیز حقوق کا اندازہ کرلینا مشکل نہ رہا ہوگا۔ اس کے بعد اب ایک جھلک ہم اس کے اختیارات کی دکھاتے ہیں۔ عورت بالغ ہونے کے بعد (مرد کی طرح) اپنے جان و مال، نکاح، مالی لین دین وغیرہ کے بارے میں قانون شریعت کے لحاظ سے پوری طرح مختار ہوتی ہے، اپنے مال کی پوری طرح مالک ہوتی ہے۔ جس طرح مرد کہ جہاں چاہے اور جتنا چاہے خرچ کرے (بس مردوں کے لئے کچھ پابندیاں ہیں مثلاً فضول خرچی نہ کریں اور حرام جگہ خرچ نہ کریں، اسی طرح عورت کے لئے بھی ہیں) اس بات کے لئے حوالے پیش کرنے کی چنداں ضرورت معلوم نہیں ہوتی، علاوہ ازیں اس کے کہ ہر متعلقہ کتاب میں اس کی صراحت موجود ہے۔ عام طور پر معروف حقیقت بھی ہے، سب سے نازک مسئلہ اس کے ازدواجی تعلق کا ہے۔ اس میں (کم سے کم فقہ حنفی میں ظاہر ہے کہ وہ بھی شریعت ہی کا ترجمان ہے) بالغ عورت مختار ہے کہ جس سے نکاح کرنا چاہے کرسکتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض شکلوں میں اولیاء کو اعتراض کا حق دیا گیا ہے اور اولیاء کی اجازت و سرپرستی میں ہونے والے نکاح کو پسندیدہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ عورت از خود اولیاء کے بغیر نکاح کرلیتی ہے تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے۔ (بدائع الصنائع، ج:۲) اگرچہ پسندیدہ نہیں ہے اور اس کے لئے احادیث نبویہ سے استدلال کیا گیا ہے، مثلاً ایک حدیث میں: ''الایم احق بنفسها من ولیها''

(ابوداؤد، ج:۱، ص:۲۸۶ مطبع مجیدی کانپور)

مطلب یہ ہے کہ غیر شادی شدہ عورت اپنے نکاح کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے (کہ جس سے چاہے نکاح کرے) اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک کنواری (بالغ) لڑکی کا نکاح اس کے والد نے لڑکی کی مرضی کے بغیر کردیا تو

تو اس لڑکی نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اس پر اسے اللہ کے رسول نے فرمایا کہ: ''چاہے تو نکاح برقرار رکھے اور نہ چاہے تو نکاح ختم کردے (ایضاً) اور اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی صاف صاف فرمادیا:

''لا تنکح الثیب حتی تستامر و لا البکر الا باذنها.''

(ابوداؤد، ج:ا، ص:۲۸۵ مطبع مجیدی کانپور)

''مطلب یہ ہے کہ شوہر رسیدہ عورت کی شادی اس کی اجازت کے بغیر نہ کی جائے اور کنواری لڑکی کا بھی نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔''

علاوہ ازیں قرآن مجید میں بھی اولیاء کو صاف طور پر اس سے منع کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کی پسند کے شخص سے انہیں اپنا نکاح کرنے میں رکاوٹ ڈالیں:

''فلا تعضلوهن ان ینکحن ازواجهن'' (البقرہ:۲۳۲)

عورت کے ترکہ میں شرعی استحقاق:

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ دنیا کے کسی بھی مذہب ملک اور قوم نے عورت کو ترکہ کا مستحق نہیں قرار دیا ہے، لیکن اسلام نے بالکل مرد ہی کی طرح عورت کو بھی ترکہ کا مستحق بنایا ہے اور اس بارے میں عمر اور نمبر کا فرق بھی نہیں کیا (مثلاً پہلی ہی اولاد کو ترکہ ملتا یا نرینہ کو ہی ملتا بقیہ کو نہ ملتا) کیونکہ جب سب استحقاق میں سب اولاد برابر ہے تو اس کی بنیاد پر ملنے والے حق میں فرق کیوں ہو۔

زمانہ جاہلیت قدیمہ میں عرب ہی نہیں جاہلیت جدیدہ میں بھی ترقی یافتہ سمجھے جانے والی بہت سی یورپین اور دوسری قومیں بڑے لڑکے کو ہی ترکہ کا واحد مستحق قرار دیتی ہیں، حالانکہ عقل سلیم اور مزاج مستقیم کے لحاظ سے یہ بالکل الٹی منطق معلوم ہوتی ہے، یعنی اولاد کے درمیان اگر فرق کیا جانا ہی ناگزیر ہوتا تو معکوس ترتیب ہوتی کہ چھوٹوں یا چھوٹے کو ملتا۔ سچ کہا ہے چھٹی صدی ہجری کے ایک مشہور مالکی عالم قاضی ابوبکر ابن العربی (ف:۵۴۳ھ) نے:

''کمزور اور کم عمر ورثا تو قوی وارثوں کے مقابلہ میں مال کے زیادہ ضرورت مند مستحق ہوتے ہیں، جاہلوں نے ترتیب الٹ کر رکھ دی تھی۔'' (ج:ا، ص:۱۲۶)

بہرحال اسلام نے سب اولاد کو استحقاق ترکہ میں برابر قرار دیا (یہ الگ بات ہے کہ مصالح کی بنا پر مقدار میں فرق کیا ہے)۔

اسلامی نظامِ وراثت:

اسلامی نظام وراثت کی بنیاد جیسا کہ امام غزالیؒ (ف:۵۰۵ھ) نے بتایا ہے نسب اور سبب پر ہے۔ (الوجیز، ج:ا، ص:۲۹۰) مطبوعہ ۱۳۱۷ھ، مطبوعۃ الآداب! اس نظام کی رو سے عورتوں میں ماں بیٹی، بیوی، کسی حال میں ترکہ سے محروم نہیں رہ سکتیں۔ ان کے علاوہ بہت سی صورتوں میں پوتی، دادی، نانی (ان کی تینوں قسمیں حقیقی، علاتی، اخیافی) بلکہ بعض صورتوں میں پھوپھی نواسی بھی ترکہ پانے کی مستحق ہوتی ہیں۔ (تفصیلات کتب فرائض مثلاً سراجی میں دیکھی جائیں)۔

ایک سطحی اعتراض:

اسلامی نظامِ وراثت پر بادی النظر میں ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے بلکہ سطحی نظر رکھنے والوں یعنی پورے اسلامی نظام پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے بعض نے بھی کیا ہے کہ عورت کو اکثر صورتوں میں (اگرچہ بعض صورتوں میں مثلاً اخیافی، بہن بھائی کو برابر ملتا ہے) مرد سے نصف حصہ ملتا ہے، حالانکہ قانون کے سب پہلوؤں پر نظر ہو تو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔ مثلاً یہ حقیقت سامنے ہو کہ عورت پر اسلامی قانون کی رو سے کوئی خرچ حتی کہ اپنا خرچ بھی نہیں (تفصیل اوپر گزر چکی ہے) اس لئے اسے جو کچھ ملتا ہے محض اس کی دلجوئی اور عزت افزائی کے لئے ملتا ہے۔ اکثر اس کے ''بینک بیلنس'' بڑھانے یا زیورات بنوانے کا ذریعہ بنتا ہے، اس کے برخلاف مرد پر اکثر حالات میں نہ صرف اس کے اپنے بلکہ دیگر اقارب کے اخراجات کا بار بھی ہوتا ہے اور بیوی نیز لڑکیوں اور نابالغ لڑکوں کے بلکہ معذور بالغوں کے بھی اخراجات اس کے ذمہ ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں عورت نکاح کرتی ہے تو وہ اپنے شوہر سے مہر پانے کی جو اکثر اوقات میں بڑی رقم ہوتی ہے حقدار ہوتی ہے اور مرد نکاح کرتا ہے تو اسے مہر ادا کرنا پڑتا ہے۔ اسے ایک مثال سے سمجھنا آسان ہوگا۔ مثلاً ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ترکہ میں تیس ہزار روپے اور صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی وراثت چھوڑے، اب از روئے قانون اسلامی لڑکے کو بیس ہزار روپے لڑکی کو دس ہزار ملے بعد ازاں دونوں نے شادیاں کیں اور فرض کیا دونوں کا مہر دس دس ہزار مقرر رہا۔ اب صورت واقعہ یہ بنی کہ لڑکے کے پاس سے دس ہزار روپیہ مہر کے نکل گئے اور لڑکی کے پاس دس ہزار (اس کے شوہر سے ملے ہوتے ہیں) آگئے۔ اس طرح لڑکی کے پاس بیس ہزار ہوگئے اور لڑکے کے پاس دس ہزار ہی رہ گئے اور وہ بھی بیوی وغیرہ کے اخراجات میں جلد صرف ہوجائیں گے اور باقی نہ رہیں گے۔ اس کے برخلاف لڑکی کے پاس بالعموم رکھے ہی رہیں گے۔

ان تمام پہلوؤں پر گہری نظر جس کی ہوگی وہ بھلا اس حکیمانہ قانون پر اعتراض کرسکے گا؟ بلکہ عجب نہیں کہ اس کے برعکس عورت کو زیادہ حصہ ملنے اور مرد کو کم ملنے کی شکایت کرنے لگے، لیکن مرد کو خداوند تعالیٰ کی طرف سے کسب معاش کی جو صلاحیتیں اور مواقع دیئے گئے ہیں، ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ شکایت بھی باقی نہ رہے گی۔ مذکورہ بالا سطروں کے اندر بیان کردہ تفصیلات سے خداوندی نظام اور خدا بیزار نظام کے درمیان فرق کھلے آنکھوں نظر آنا مشکل نہ رہا ہوگا۔☆

تین قوتوں کی ضرورت! علم، مال اور حکومت

مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی

کچھ اجمالی طور پر جانتے ہیں کچھ تفصیلی طور پر، یہ الگ بات ہے کہ ہر مسلمان کو اسلامی تاریخ سے ضرور واقف ہونا چاہئے، جو اپنے ماضی سے واقف نہیں ہوتا وہ مستقبل کا فاتح نہیں بن سکتا اور جو اپنی بنیاد سے واقف نہیں ہوتا وہ مضبوط اور بلند عمارت تعمیر نہیں کر سکتا، اسی وجہ سے جو لوگ ماضی کی تاریخ سے نابلد ہوتے ہیں وہ لوگ ہزار کوششوں کے باوجود ناکام رہتے ہیں، اس لئے آپ کی اور ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم لوگ اپنی بنیاد سے واقف ہوں، بنیاد تو بڑی لمبی چوڑی ہے، مختصراً چند باتیں ذہن میں رہنی چاہئیں مثلاً جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو ابتداء ہی سے مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا جس کو حضرت ورقہ بن نوفل نے فرمادیا تھا کہ جو تم حق لے کر آئے ہو، حق جب بھی آئے گا تو اس کی مخالفت کی جائے گی اور جب صحیح بات کی جائے گی تو لوگوں کو ناپسند ہوگی اور جب حق کا پرچار کیا جائے گا تو جو مخالفت باہر سے ہوگی، وہ تو ہوگی لیکن اندر سے بھی ہوگی، مخالفتوں سے ڈرنا اور گھبرانا کام کرنے والوں کے لئے کوئی حقیقت نہیں رکھتا، گھبرانا اس کو نہیں چاہئے اپنے کام میں لگنا چاہئے، مخالفتیں چاہے جتنی بھی ہوں، آخیر میں فیصلہ اہل حق کے ہی حق میں ہوتا ہے، وقت کی بات ہوتی ہے، کبھی جلدی اور کبھی دیر، لیکن ظاہر ہے اس میں ہماری کوششیں ہونی چاہئیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نظام ایسا رکھا ہے جس کو حضرت علیؓ نے آسانی سے سمجھایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سمجھنے اور مسئلوں کو حل کرنے کی غیر معمولی صلاحیت عطا فرمائی تھی۔

ایک بار ایک شخص نے حضرت علیؓ سے آکر پوچھا تھا کہ ہم کو اختیار کتنا ہے اور کتنا نہیں ہے؟ یہ پیچیدہ سوال ہے، لیکن حضرت علیؓ نے ایک منٹ میں حل کر دیا، اس سے کہا سامنے آجاؤ اور پیر اٹھاؤ، اس نے اٹھایا: کہا دوسرا اٹھاؤ، کہا نہیں اٹھا پائیں گے، آپؓ نے فرمایا: بس یہی ہے، اس طرح حضرت علیؓ نے بات واضح کردی جو عقلمندوں کے لئے کافی ہے، لیکن ہم اس میں غور نہیں کرتے، اس لئے مسئلہ ادھورا رہ جاتا ہے، آپ اسی پیر کو لے لیجئے، اگر دونوں اٹھا کر چلیں گے تو اوندھے منہ گریں گے یعنی جس میں اختیار تھا اس کو اختیار نہیں کیا اور جس میں اختیار نہیں تھا اس کو اختیار کیا تو اوندھے منہ گرے یا پھر دونوں پیر زمین پر رکھ کر چلیں گے اور اس میں بھی گریں گے، کیونکہ اس میں آسانی سے چلا نہیں جاسکتا تو معلوم یہ ہوا کہ ایک پیر اٹھائے اور ایک رکھے۔

اختیاری اور غیر اختیاری نظام:

اسی طرح اختیار اور غیر اختیار کا ایک نظام چل رہا ہے، اب جو کوششیں ہمارے اختیار میں ہیں، وہ ہمارے اختیار میں ہیں، وہ ہم کریں پھر اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں، جیسے محنت ہم کریں، نتائج اللہ کے ذمہ، محنت ہم کریں نتائج اللہ دے گا اور وہ اللہ پر چھوڑ دیں یا اس کو یوں سمجھ لیجئے کہ نیک بننا ہمارے ذمہ ہے جس کو کہتے ہیں صالح بننا اور مصلح بنانا اللہ کے ذمہ ہے، ہوتا یہ ہے کہ ہم مصلح بن جاتے ہیں تو اوندھے منہ گرتے ہیں، ہم صرف نیک بننے کی کوشش کریں بس، باقی مصلح خدا بنائے گا، جس کو مصلح خدا بناتا ہے وہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے اور جو خود مصلح بنتا ہے وہ خود مسئلہ بن جاتا ہے، اس لئے یہ آج کا مرض ہوگیا ہے کہ ہر انسان مصلح بننا چاہتا ہے اور صالح بننے کی فکر نہیں ہے، سب یہ چاہتے ہیں کہ ہم رہبر بن جائیں، مصلح بن جائیں، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خود اپنا تو نقصان کرتا ہی ہے، دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے، لہٰذا آدمی کو سمجھ لینا چاہئے کہ کس چیز میں اختیار ہے اس کو بجا لائے اور جس میں اختیار نہیں ہے وہ خدا کے حوالے کردے۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کام کو آگے بڑھایا تو لوگ شیر و شکر ہوتے چلے گئے، انصار و مہاجرین یہ سمجھے کہ سب بھائی ہیں، یہ اس مواخات اور بھائی چارہ کا نتیجہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ نے انصار و مہاجرین کے درمیان قائم فرمایا تھا، یہاں تک کہ یہ بھی لگا کہ میراث میں بھی شرکت ہو جائے گی، لیکن اسلام چونکہ فطری دین ہے، اس لئے اس نے ہر غیر فطری چیز کو ختم کر دیا، کسی کو بیٹا بنا لینا غیر فطری ہے، آپ کسی کو بیٹا سمجھئے بلکہ سب کو بیٹا سمجھئے اور اس کو اپنے گھر میں رکھئے، خوب خاطر کیجئے، لیکن بیٹا ہمارا، یہ ہو ہی نہیں سکتا، جیسے آپ ان کے سگے بھائی نہیں، لیکن آپ ان کو سگے بھائی سے بڑھ کر سمجھیں، لیکن سگا بھائی ہو جائے یہ ہو نہیں سکتا، آپ نے پہلے مواخات کرائی، بھائی بھائی بنا دیا، جب مضبوط ہو گئے تو کہا آگے بڑھو، اپنے اخوت کے قافلہ کو آگے بڑھاؤ یہاں تک کہ جو

آتے گئے ان کو بھائی بناتے گئے، یہاں تک کہ دلوں کو جوڑ دیا گیا، محبت پیدا ہوگئی، اس طرح جب قافلہ آگے بڑھا تو مصر، شام، افریقہ کے ممالک اور ادھر ماوراء النہر جو روس کہلاتا ہے ادھر پہلے اسلام گیا، وہ علاقے اپنے درشت مزاجی، سخت گیری اور جفاکشی میں بڑھے ہوئے تھے۔ بلکہ مراکش میں ایک ایسی قوم ایمان لائی جس کے نام ہی سے خونریزی وسفاکی وابستہ ہوگئی تھی، آج تک بربریت زبانوں پر جاری ہے، حالانکہ بربر قوم جو مراکش و افریقہ کے علاقے میں آباد ہیں، مسلمان ہونے کے بعد انسانیت نوازی اور مساوات انسانی میں اپنی مثال ہیں، یہ اسلام کا وہ کارنامہ ہے جو فراموش نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ جب اسلام کا غلبہ ہوا تو بربریت ختم ہوگئی، اس نے سب کو بدل کر رکھ دیا گویا کہ ان کی بربریت کو ختم کر دیا، پھر آگے بڑھ کر بعض علاقے وہ ہیں ان کی زبانیں ہی بدل گئیں، یہ کام اسلام کے علاوہ کسی اور کا نہیں ہوسکتا، یہاں تک کہ عبرانی، سریانی، قبطی یہ سب زبانیں تھیں اور یہ بربری زبان اور اس کے علاوہ دیگر زبانیں تھیں، وہ تاریخ کا قصہ پارینہ بن گئیں، کوئی جانتا ہی نہیں، یہ سب زبانیں تھیں، یہاں تک کہ یہودیوں کی زبان عبرانی تھی اور وہ اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی کوشش کررہے ہیں جو ختم ہوچکی ہے، لیکن یہودیوں نے دوبارہ اس کو زندہ کرنے کی فکر کی ہے اور زندہ کررہے ہیں، تو ایک کارنامہ یہ ہے اور یہ کارنامہ ایسا ہے جو لوگ بھول جاتے ہیں ورنہ بہت بڑا کارنامہ ہے، اسلام نے پورے دو ملکوں کی زبانیں بدل دیں جیسے مصر میں عربی نہیں تھی، عربی ہوگئی، شام میں سریانی تھی عربی ہوگئی، لیبیا میں بربری تھی عربی ہوگئی، سوڈان میں عربی ہوگئی، لیکن جو علاقے دور تھے وہاں اس کی طاقت کم ہوتی جاتی تھی، وہاں انہوں نے یہ کیا کہ زبان کو مسلمان کرلیا، یہ نہیں کیا کہ زبان کو بدل دیں۔ بلکہ زبان کو مسلمان کردیا کیونکہ وہ زبان بڑی پرانی زبان تھی، مثلاً فارسی زبان ایران کی تھی تو اس کو ایسا بدل دیا کہ فارسی زبان خود پوری کی پوری مسلمان ہوگئی، فارسی زبان ایسی مسلمان ہوگئی کہ ہمارے مدارس کا جزو اعظم بن گئی کہ آج تک پڑھائی جارہی ہے۔

حالانکہ زبانیں ساری اللہ کی ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ساری زبانیں اللہ کی ہیں:

"اور اس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنا اور تمہاری بولیوں اور رنگتوں کا الگ الگ ہونا، اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔" (الروم:۲۲)

اللہ تعالیٰ نے زبان بدل دی، اس میں بھی تمہارے لئے نشانیاں ہیں، ایران کی زبان کو مسلمان کرلیا گیا گویا کہ سرکاری زبان عربی ہی رہی اور فارسی بھی اسلام کی زبان رہی، یہاں تک کہ ہندوستان کی سرکاری زبان بن گئی، پورے برصغیر کی سرکاری زبان بن گئی، بتانا یہ ہے کہ ان لوگوں نے زبان کو بدل دیا، پھر اس کو مسلمان کرلیا، یہ ایک اہم ترین کام تھا، کیونکہ زبان کے اثرات بہت پڑتے ہیں، اب اس کے بعد یہ ہوا کہ مسلمان زوال کے شکار ہوگئے، جو تقریباً ایک ہزار سال کا دور رہا، تقریباً پانچ سو سال کا دور تو ضرور سمجھ لیجئے یعنی ان کے مقابلہ میں دنیا میں کوئی تھا ہی نہیں، یہاں تک کہ یورپ کے لوگ عربی زبان سیکھنے میں اور پڑھنے میں فخر محسوس کرتے تھے، جیسے کہ آج انگریزی سیکھنے اور پڑھنے میں محسوس کیا جارہا ہے، بالکل ایسی ہی یورپ کے لوگ عربوں کے پاس آکر خوشامد کرتے تھے کہ ہم کو عربی سکھاؤ اور سارے علوم مسلمانوں سے سیکھتے تھے، عربی کا وہی حال تھا جو اس زمانے میں یورپ کی زبان کا حال ساری دنیا میں ہے، آہستہ آہستہ پانسہ پلٹا، انہوں نے علوم وفنون کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسلمانوں کو آپس میں دست وگریباں کرکے اور علوم سے بیگانہ کرکے الگ کردیا اور وہ سینکڑوں سال الجھتے رہے، بلکتے رہے۔

یہ پوری تاریخ ہے، بتانا یہ ہے کہ ایک دور یورپ کا آیا اور پوری دنیا میں چھا گیا اور اسی طرح چھایا کہ ان کی زبان اصل زبان قرار پائی اور وہ علوم جو مسلمانوں کے تھے اور مسلمانوں نے ہی ان کی بنیاد رکھی تھی، آگے بڑھایا، دنیا کو اس سے روشناس کرایا، علوم یورپ نے مسلمانوں سے سیکھے اور محنت کرکے آگے بڑھے، انہوں نے اس کے اندر سے اسلامیت کو ختم کرنے کی کوشش اور یہ محنت کی کہ اس کے اندر غیر اسلامی عناصر داخل ہوجائیں۔

عربی پر بھی انہوں نے محنت کی، مٹانے کی کوشش کی، وہ جانتے تھے جڑ یہی ہے، جڑ کاٹ دو پورا درخت سوکھ جائے گا، اس لئے اتنے تیر چلائے ہیں، اس پر جس کو عربی والے ہی جانتے ہیں، عامی زبان کو رائج کرنے کی کوشش کی گئی، عربی زبان کو علاقائی

ABDULLAH SATTAR DINA
& SONS JEWELLERS
عبداللہ ستار ڈینا اینڈ سنز جیولرز
Gold, Silver, Sellers & Order Suppliers
Shop: 85,Kundan Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph: 2514972-2531133

زبانوں میں بانٹنے کی کوشش کی گئی، مختلف لہجوں میں بانٹنے کی کوشش کی گئی لیکن عربی ہے، جب تک وہ قرآن وحدیث سے جڑی ہے، جب تک قرآن تب تک عربی ہے اور قرآن کو کوئی بدل ہی نہیں سکتا، اس لئے عربی کو کوئی نقصان پہنچا ہی نہیں سکتا۔

زمانہ پلٹ گیا، آج بھی عربی زبان کا عروج ویسے ہی ہے، اس کو ختم نہیں کیا جاسکتا، جب تک قرآن ہے، تب تک عربی رہے گی، لیکن یہ ضرور ہوا کہ بہت سے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنے کام کے لئے خرید اان سے اسلام کو نقصان پہنچانے والے کام کرائے اور جہاں جہاں ان کی حکومتیں تھیں، خاص طور سے برصغیر میں وہاں انہوں نے انگریزی سے محبت اور عظمت پیدا کرنے کی بھرپور کوششیں کیں اور وہ اس میں کسی حد تک کامیاب بھی ہوئے، نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی زبان کا ایک لفظ بولنے میں فخر محسوس کرنے لگے، ہمارے بڑوں نے بتایا کہ جب انگریزوں کی حکومت ہندوستان میں تھی، اس وقت ایک انگریز جب رستے سے گزرتا تھا تو سارے مسلمان کھڑے ہوجاتے تھے، ہم نے دیکھا نہیں سنا ہے، اس پر ہم لوگ اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم نے وہ دور نہیں دیکھا کہ انگریز جب گزرتا تھا تو سب کو سانپ سونگھ جاتا تھا، ایک معمولی گورا راستے میں گھر جارہا تھا، اس نے ایک مسلمان سے کھڑے ہوکر کہہ دیا: "How are you? "یا کوئی نام پوچھ لیا "What is your name"جب وہ گھر جاتے تو بولتے نہیں تھے، لوگوں نے کہا: بھائی کیا ہوا بولتے کیوں نہیں؟ تو انہوں نے کہا: جانتے نہیں ہو آج انگریز نے مجھ سے کہا ہے کہ "How are you" تو اتنی سی بات میں اس وقت مست تھے کہ ہم اس لائق نہیں کہ ہم سے بات کریں، اتنا فخر محسوس کرتے تھے، کیا دور رہا ہوگا۔

بلکہ ہمارے ایک بزرگ فرماتے تھے کہ یہاں تک بات پہنچ گئی، ایک صاحب تھے وہ کہا کرتے تھے کہ کتنے خوبصورت لوگ ہیں گوری چمڑی والے، ان کو اللہ جہنم میں کیسے ڈالے گا؟ یہ ہے پسماندگی، احساس کمتری اور مرعوبیت اور جب تاثر ہوتا ہے تو بات کہاں تک پہنچ جاتی ہے، یہ دور تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے وہ دور دیکھا نہیں، ورنہ اس دور کے کتنے مسلمان جہنم میں چلے گئے۔

اس لئے جب انگریزوں کی غلامی کی، ان کے راستوں پر پڑے تو نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے، اس لئے کہ وہ اللہ کے رسول کا مذاق اڑاتے تھے اور اسلام کا مذاق اڑاتا تو آج تک جاری ہے یعنی سب کچھ ختم ہوجانے کے باوجود آج بھی اتنا تاثر ہے، عام بول چال میں لوگ کتنی انگریزی بولتے ہیں، آدھی انگریزی ہوتی ہے آدھی اردو، مجھے تو ہنسی آتی ہے کہ ایک لفظ بولیں گے کہ آپ کا نام کیا ہے؟ پھر وہی وہاں انگریزی کا لفظ بولنا شروع کردیں گے، ارے بھائی نہ انگریزی ہے نہ اردو، کیا بول رہے ہو اور یہ جو انگلش میڈیم کے طلبا ہیں ان کی گفتگو سنئے آپ، اور آج کل مجھے بہت سننے کا موقع مل رہا ہے، کیونکہ آج کل ہم بچوں میں انعامات کا مقابلہ کرارہے ہیں۔ (جاری ہے)

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ

میرے والد ماجد قدس سرہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تھانہ بھون جایا کرتے تھے، ایک مرتبہ ریل سے اترے، تھانہ بھون چھوٹا سا اسٹیشن تھا، رات کا وقت تھا، تو دیکھا کہ ایک فیملی کے لوگ بھی اترے ہیں، وہ بھی حضرت کے یہاں جانے والے تھے اور ان کے پاس بڑا سامان تھا تو وہ پکار رہے تھے قلی! قلی! قلی! یعنی کسی قلی کو آواز دے رہے تھے جو سامان اٹھائے، اتفاق سے رات کا وقت تھا وہاں کوئی قلی موجود نہیں تھا، حضرت والد صاحب نے دیکھا کہ پریشان ہورہے ہیں تو آپ نے اپنا عمامہ قلیوں کی طرح سر پر باندھا اور ان کے پاس آکر کہا: فرمائیے کیا سامان ہے؟ یہ سامان ہے اٹھاؤ، کتنے پیسے لوگے؟ فرمایا جو آپ کی مرضی ہوگی دے دینا، یہ کہہ کر وہ سارا سامان سر پر اٹھا کر خانقاہ تھانہ بھون تک پہنچایا۔ پہنچا کر وہاں سے غائب ہوگئے۔ اگلے دن وہ صاحب جو فیملی کو لے کر آئے تھے، وہ حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضر ہوکر کہا کہ حضرت آپ کی کرامت ظاہر ہوگئی، حضرت نے کہا: کیا کرامت؟ وہ یہ کہ اس طرح میں آیا، ایسا سامان تھا پتہ نہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ بھیج دیا وہ میرا سامان پہنچا کر چلا گیا اور پیسے دینے کا وقت آیا تو وہ غائب ہوگیا۔ حضرت والد صاحب سب کچھ سن رہے تھے اس آدمی کو پتہ نہیں تھا کہ کس نے یہ کام کیا تھا اور حضرت تھانویؒ کو بھی پتہ نہیں تھا۔ یہ واقعہ ہمارے والد ماجدؒ نے ہمیں شرم دلانے کے لئے سنایا تھا، تو خدمت خلق اور خادم کا منصب ایسا ہے کہ حضرت فرماتے ہیں کہ اپنے اختیار کا ہے، کوئی اس کو چھینے گا نہیں، کوئی اس پر نظر نہیں لگائے گا، کوئی تم سے حسد نہیں کرے گا، بس خادم بن جاؤ، سارے جھگڑے مخدوم بننے میں ہیں، خادم بن گئے تو کوئی جھگڑا نہیں:

ز تسبیح و سجادہ و دلق نیست — طریقت بجز خدمتِ خلق نیست

یہ پہلو ایسا ہے کہ ہم نے چونکہ اسے چھوڑا ہوا ہے، اس لئے اسے غیروں نے اختیار کرلیا، عیسائی مشنریوں کو دیکھو کہ وہ اس خدمت خلق کے ذریعے اپنے باطل کو پھیلاتی ہیں اور ہم اس کے ذریعہ اپنے حق کو پھیلا سکتے ہیں۔

مرسلہ: حافظ محمد سعید لدھیانوی

مرزائیت سے توبہ

محترم ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ (مہتمم جامعہ محمدیہ ضیاء القرآن جتوئی ضلع مظفرگڑھ) نے اوائل عمری میں مرزا بشیرالدین محمود کے ہاتھ پر بیعت کرکے قادیانیت قبول کرلی تھی۔ چنانچہ قادیانیوں کے پُرجوش مربی کی حیثیت سے ہندوستان کے مختلف شہروں دہلی، آگرہ، لکھنؤ، منٹگمری، شاہ جہان پور، پٹنہ اور پھر پنجاب اور سندھ میں خدمات انجام دیں۔ بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے دستگیری فرمائی، قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلیا، اس رسالہ میں آپ نے اپنے قبولِ اسلام کی وجوہات اور حالات درج کیے ہیں، آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔ (ادارہ)

ڈاکٹر عبداللہ خان اختر جتوئی رحمۃ اللہ علیہ

دوسری قسط

مرزا غلام احمد خود اپنے باپ کے متعلق لکھتے ہیں:

"میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے، گورنر جنرل کے دربار میں بزمرہ کرسی نشین رئیسوں کے ہمیشہ بلائے جاتے تھے، ۱۸۵۷ء میں انہوں نے سرکار انگریزی کی خدمت گزاری میں پچاس گھوڑے معہ سواروں کے اپنی گرہ سے خرید کر دیئے تھے اور آئندہ گورنمنٹ کو اس قسم کی امداد کا عندالضرورت وعدہ بھی دیا اور سرکار انگریزی کے حکام سے بجلدوے خدمات عمدہ عمدہ چٹھیات خوشنودی مزاج ان کو ملی تھیں۔"

"غرض وہ حکام کی نظر میں بہت ہردلعزیز تھے اور بسا اوقات ان کی دلجوئی کے لئے حکام وقت ڈپٹی کمشنر اور کمشنران کے مکان پر آکر ان کی ملاقات کرتے تھے۔" (کتاب البریہ ص:۱۳۵،۱۳۶ حاشیہ نیا ایڈیشن ۱۷۶،۱۷۷ حاشیہ)

پیدائش مرزا غلام احمد

ا:... بیان مرزا بشیرالدین محمود احمد:

"آپ ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے تھے جو کہ آپ کے والد کے عروج کا زمانہ تھا، کیونکہ اس وقت جاگیر کے بعض مواضع اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوجی خدمات کی وجہ سے اچھی عظمت حاصل تھی۔" (سیرت مسیح موعود ص:۹)

بیان مرزا غلام احمد صاحب:

"اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔" (کتاب البریہ ص:۱۴۶ حاشیہ)

تعلیم مرزا غلام احمد قادیانی

مرزا غلام احمد کا اپنا بیان:

"بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا، جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اور اس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر تقریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کیے گئے جن کا نام فضل احمد تھا اور میں نے صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ برس یا اٹھارہ برس کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اور ان آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نے نحو منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔" (کتاب البریہ ص:۱۴۹ تا ۱۵۰ حاشیہ)

مرزا بشیرالدین محمود احمد اس تعلیم کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ تعلیم ان دنوں کے لحاظ سے جن میں آپ تعلیم پارہے تھے بہت بڑی تعلیم تھی۔" (سیرت مسیح موعود ص:۱۴)

اب صاف ظاہر ہے کہ قریباً ۲۵ سال کی عمر تک مرزا صاحب قادیانی دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کرتے رہے، حالانکہ سکھوں کے زمانہ میں مسلمانوں کی تعلیم کے تمام ذرائع ختم کردیئے گئے تھے اور جو پڑھا لکھا مسلمان سکھوں کو مل جاتا تھا تو اس کو اس خیال سے قتل کردیتے تھے کہ یہ جہاد کا مسئلہ بیان کرکے مسلمانوں کو ہمارے خلاف نہ کھڑا کردے، مگر چونکہ مرزا غلام مرتضیٰ رنجیت سنگھ کی فوج میں کمانڈر تھا، اس لئے مرزا غلام احمد کی تعلیم کے لئے یکے بعد دیگرے تین استاد ملازم رکھ کر ۲۵ سال تک دلوائی گئی تاکہ وہ اپنے قلم کے زور سے مسلمانوں کو شکست پر شکست دے کر حکومت وقت کا مطیع اور

فرمانبردار بنانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا تا رہے۔

جوانی کی ترنگ

مندرجہ ذیل واقعہ سے قارئین کرام خود اندازہ لگاسکتے ہیں کہ نبوت کا مقام حاصل کرنے کا دعویدار ہونے والے نے کس طرح اپنے والد کی پنشن کا ۷۰۰ روپیہ اڑا کر ناجائز طریقوں سے چندہی دنوں میں ختم کردیا اور پھر اپنی بدنامی کو چھپانے کے لئے بجائے گھر آنے کے سیالکوٹ میں جاکر نہایت ادنیٰ ملازمت اختیار کرلی واقعہ پڑھئے اور سر دھنئے۔ یہ واقعہ مرزا بشیر احمد نے جو کہ مرزا غلام احمد کا منجھلا لڑکا ہے اور مرزا بشیر محمود کا حقیقی بھائی اور جماعت قادیان کا عالم اور مصنف ہے نے اپنی کتاب سیرت المہدی حصہ اول صفحہ ۴۳،۴۴ پر اپنی والدہ یعنی مرزا غلام احمد کی روایت یوں درج کی ہے:

”بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلا گیا، جب آپ نے پنشن وصول کرلی تو آپ کو پھسلا کر اور دھوکا دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا پھر جب اس نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کردیا تو آپ کو چھوڑ کر چلا آیا مسیح موعود اس شرم سے گھر نہیں گئے اس لئے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہوگئے۔“

قارئین! خود اندازہ کریں کہ ان دنوں کے ۷۰۰ روپے کی حیثیت موجودہ وقت کے سات ہزار روپے سے بھی زیادہ تھی اور خرچ کرنے والے صرف دو ہی آدمی یعنی مرزا غلام احمد اور مرزا امام الدین ہی تھے اور چند ہی دنوں میں وہ روپے ختم کردیئے تو آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کہاں کہاں خرچ کئے ہوں گے جب کہ جوانی کا وقت تھا۔

کچہری والوں پر مرزا صاحب کی لیاقت کا انکشاف

”مرزا صاحب کی لیاقت سے کچہری والے آگاہ نہ تھے مگر چونکہ اسی سال کے اوائل گرما میں ایک عرب نوجوان محمد صالح نام شہر میں وارد ہوئے، ان پر جاسوسی کا شبہ ہوا ڈپٹی کمشنر صاحب نے جن کا نام پرکسن تھا، محمد صالح کو اپنے محکمہ میں بغرض تفتیش حالات طلب کیا، ترجمان کی ضرورت تھی۔ مرزا صاحب چونکہ عربی میں کامل استعداد رکھتے تھے اور عربی زبان میں تحریر وتقریر بخوبی کرسکتے تھے، اس لئے ان کو بلاکر حکم دیا کہ جو بات ہم کہیں عرب صاحب سے پوچھو اور جو جواب وہ دیں اردو میں ہمیں لکھواتے جاؤ مرزا صاحب نے اس کام کو کماحقہ ادا کیا، اور آپ کی لیاقت لوگوں پر منکشف ہوئی۔“ (سیرت المہدی حصہ اول ص:۵۴،۵۵)

جب مرزا صاحب کی لیاقت کا انگریزی حکام کو علم ہوگیا اور پھر اس کے خاندان کی مسلمانوں سے ہمیشہ غداری اور انگریزوں کے ساتھ بھی [illegible]

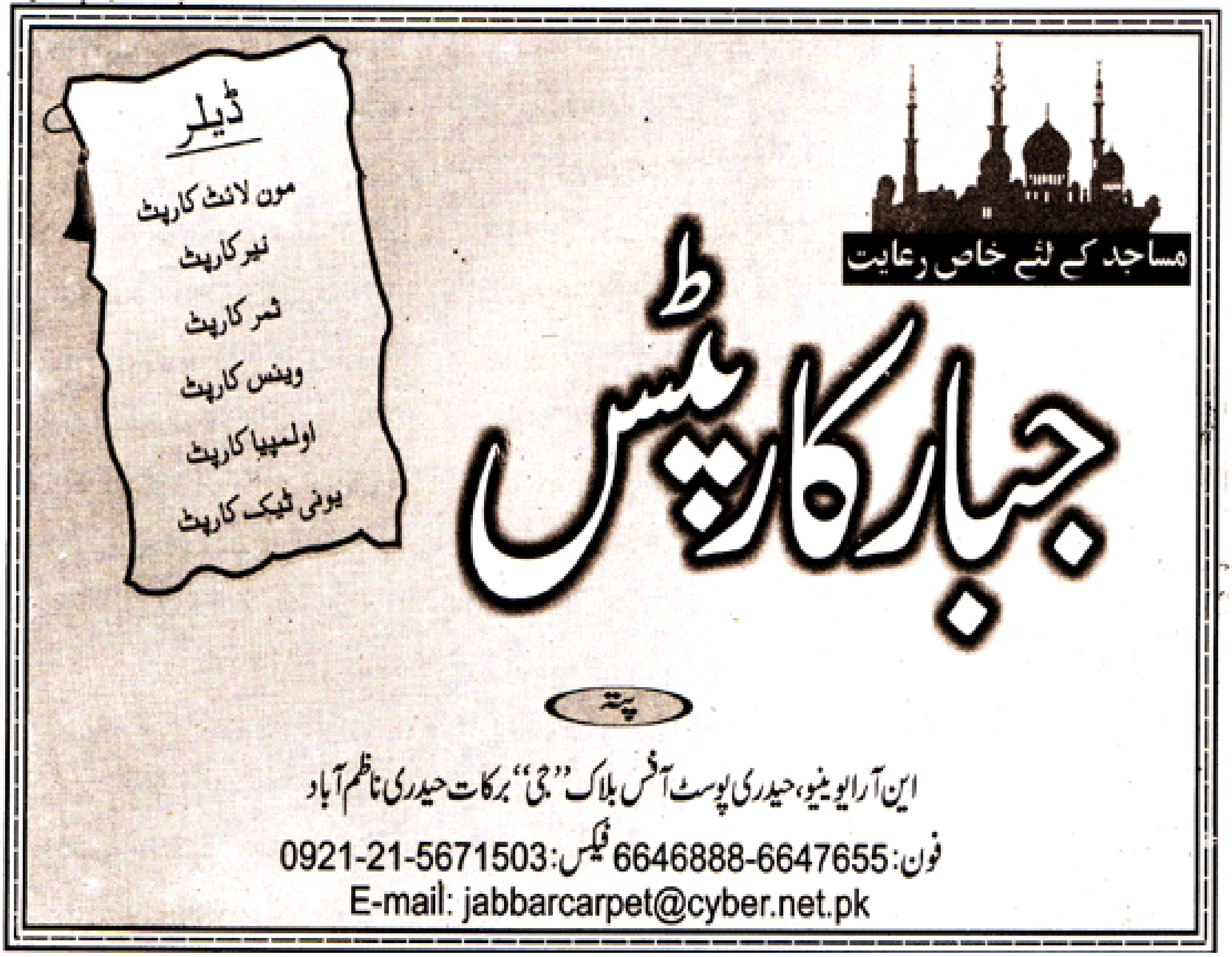

لیا تو پھر ایک عیسائی مشنری مسٹر ریورنڈ ٹیلر ایم اے کو مرزا کی علمی خدمات برائے گورنمنٹ انگریزی حاصل کرنے پر مامور کیا۔ چنانچہ وہ اپنے اس مشن میں کامیاب ہوگیا اور مرزا صاحب کو مسلمانوں کے خلاف بزور قلم مقابلہ کرنے پر آمادہ کرلیا تاکہ مسلمانوں میں سے جہاد کا معرکۃ الآرا مسئلہ جس کا ثبوت قرآن کریم، احادیث صحیحہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کرام کے قول وفعل سے ثابت ہے ختم کردیا جائے اور انگریزوں کی حکومت کو مسلمانوں پر مستحکم کردیا جائے۔

ایک پادری اور مرزا صاحب کی سازباز

چنانچہ مرزا بشیر الدین محمود اپنی کتاب ”سیرت مسیح موعود“ کے صفحہ ۱۶ تا ۱۸ پر لکھتے ہیں:

”ریورنڈ ٹیلر ایم اے سیالکوٹ کے مشن میں کام کرتے تھے اور جن سے حضرت صاحب کے بہت سے مباحثات ہوتے رہتے تھے، جب ولایت جانے لگے تو خود کچہری میں آپ کے پاس ملنے چلے آئے اور جب ڈپٹی کمشنر نے پوچھا کہ کس طرح تشریف لائے ہیں؟ تو ریورنڈ مذکور نے کہا کہ صرف مرزا صاحب کی ملاقات کے لئے اور جہاں آپ بیٹھے تھے وہیں سیدھے چلے گئے اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس چلے گئے۔“

ریورنڈ ٹیلر آپ کی نیک نیتی اخلاص اور تقویٰ کو دیکھ کر متاثر تھے اور باوجود اس بات کو محسوس کرنے کے کہ یہ شخص میرا شکار نہیں ہاں ممکن ہے کہ میں اس کا شکار ہوجاؤں اور باوجود اس طبعی نفرت کے جو صید کو صیاد سے ہوتی ہے وہ دوسرے مذہبی مناظرین کی نسبت مرزا صاحب سے مختلف سلوک کرنے پر مجبور ہوئے اور جاتے وقت کچہری ہی میں آپ سے ملنے کے لئے آگئے اور آپ سے ملے بغیر جانا پسند نہ کیا۔

امید ہے کہ قارئین کرام اس نقطہ کو سمجھ گئے ہوں گے کہ کس بات پر مسٹر ٹیلر مرزا صاحب کے ساتھ یہ سلوک کرنے پر مجبور ہوئے۔ صاف صاف بات ہے کہ ٹیلر مذکور نے مرزا صاحب کو مسلمانوں سے غداری اور انگریزوں سے سچی وفاداری پر خفیہ ملازمت کے لئے تیار کرلیا تھا اور ولایت جاتے ہوئے تکمیل معاہدہ کے بغیر نہ جاسکتا تھا؟ بہرحال تکمیل معاہدہ کے بعد ٹیلر تو ولایت چلا گیا اور مرزا غلام احمد صاحب سیالکوٹ کی ملازمت چھوڑ کر قادیان آگئے اور معاہدہ کے مطابق اپنی خفیہ ملازمت کا چارج لے لیا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

چنانچہ مرزا بشیر الدین ”سیرت مسیح موعود“ صفحہ ۱۸ میں مندرجہ بالا عبارات کے نیچے لکھتے ہیں:

”قریباً چار سال آپ سیالکوٹ میں ملازم رہے، فوراً استعفیٰ دے کر واپس آگئے۔“

خفیہ ملازمت

آپ حیران ہوں گے کہ خفیہ ملازمت کا تو کہیں نہیں ہے، آپ یوں ہی الزام لگا رہے ہیں۔ لیجئے وہ تمام واقعات نیچے درج کرتا ہوں، جن سے نہ صرف یہ کہ خفیہ ملازمت کا ثبوت ہے بلکہ تنخواہ اور ڈیوٹی کا بھی پورا پورا ثبوت موجود ہے۔

اقرارِ ملازمت

مرزا بشیر احمد سیرت المہدی حصہ اول کے صفحہ ۱۸ پر لکھتے ہیں:

”بیان کیا مجھ سے جھنڈا سنگھ ساکن کاہلواں نے کہ میں بڑے مرزا صاحب کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ مجھے بڑے مرزا صاحب نے کہا جاؤ غلام احمد کو بلا لاؤ ایک انگریز حاکم میرا واقف ضلع میں آیا ہے اس کا منشاء ہو تو کسی اچھے عہدہ پر ملازم کرادوں، جھنڈا سنگھ کہتا تھا کہ میں مرزا صاحب کے پاس گیا تو دیکھا چاروں طرف کتابوں کا ڈھیر لگا کر اس کے اندر بیٹھے ہوئے کچھ مطالعہ کررہے ہیں، میں نے بڑے مرزا صاحب کا پیغام پہنچا دیا۔ مرزا کے پاس آئے اور جواب دیا: ”میں نوکر ہوگیا ہوں“ بڑے مرزا صاحب کہنے لگے: ”اچھا واقعی نوکر ہوگئے؟“ مرزا صاحب نے کہا: ”ہاں! ہوگیا ہوں“ بڑے مرزا صاحب نے کہا: اچھا اگر ہوگئے ہو تو خیر ہے۔“

قارئین کرام! یہ واضح ہوگیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے باپ کے سامنے اپنی ملازمت کا صاف لفظوں میں اقرار کرلیا ہے، مگر نہ ہی بڑے مرزا صاحب نے پوچھا کہ کیا ملازمت ہے اور نہ ہی چھوٹے مرزا صاحب نے بتایا کہ کون سی ملازمت ہے کیونکہ جھنڈا سنگھ کے سامنے بیان کرنے سے افشاء راز کا خطرہ لاحق تھا۔ مندرجہ بالا روایت سے مندرجہ ذیل نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

۱:... مرزا غلام احمد انگریزی حکومت کے ملازم ہوچکے تھے، کیونکہ اس کے والد نے بھی ایسی ہی ملازمت کے لئے طلب کیا تھا۔

۲:... بہت بڑے عہدہ پر ملازم ہوچکے تھے، کیونکہ اس کے والد کا یہ کہنا کہ: ”کسی بڑے عہدہ پر نوکر کرادوں“ گویا جو عہدہ ان کا باپ دلانا چاہتا تھا، اس سے بھی بڑے عہدہ پر مقرر ہوچکے تھے۔

۳:... ملازمت اس قدر خفیہ تھی کہ اس سے قبل اپنے باپ سے بھی اس کا ذکر تک نہیں کیا۔

۴:... اس کے والد کو پوری تسلی ہوگئی کہ جو ملازمت یہ حاصل کرچکے ہیں، اس کے بعد کسی اور ملازمت کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

۵:... ملازمت کا تعلق کتابوں کے مطالعہ اور اس کے بعد تصنیف سے تھا۔

یہ شواہد ایسے ہیں کہ ان پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، اب دوسری بات یہ رہ جاتی ہے کہ ہر ملازمت کی تنخواہ ہوتی ہے تو مرزا صاحب کو تنخواہ کتنی ملتی تھی؟ اور کیسے ملتی تھی؟ اب اس کے متعلق میں نے تحقیقات شروع کی تو مجھے اس کا بھی ثبوت مل گیا جو کہ ذیل کی روایت میں موجود ہے جو کہ خواب اور الہام کی لپیٹ دے کر بیان ہوتی ہے تاکہ عوام اندرونی بھید سے واقف نہ ہوسکیں۔ (جاری ہے)

بقیہ:......اداریہ

قادیانی جب اسمبلی کی کاروائی کا تذکرہ کرتے تو اس کا خلاصہ یا مفہوم (تاریخی قومی دستاویز) جو بھی آپ فرمائیں ان کے سامنے کیا جاتا تو وہ دم بخود ہوجاتے۔ قادیانی قیادت اس صورت حال سے بہت پریشان ہوئی۔ ''تاریخی قومی دستاویز'' پونے چار سو صفحات کی کتاب کی اہمیت کم کرنے کے لئے قادیانی قیادت نے مستقل جھوٹ گڑھنے والی پارٹی کا اجلاس کیا اور ایک مضمون تیار کر کے انٹرنیٹ پر رکھ دیا کہ یہ کتاب غلط بیانی پر مشتمل ہے۔ ہم ان سے کہتے رہے کہ یہ غلط ہے تو جو صحیح ہے وہ آپ لائیں۔ لیکن جھوٹ بولنا اور جھوٹ کی پردہ داری پر سانپ سونگھ جانا۔ یہ قادیانی قیادت کے حصہ میں لکھا ہے۔ غرض اس پر سالہا سال بیت گئے۔

ایک بار محترمہ بینظیر بھٹو کے عہد حکومت میں قومی اسمبلی کے ریکارڈ روم میں آگ بھڑک اٹھی۔ جو ریکارڈ جل گیا ان میں وہ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی کا آڈیو ریکارڈ بھی تھا۔ اس سے تشویش ہوئی کہ قادیانی اس ریکارڈ کو ضائع کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن اطمینان تھا کہ وڈیو سے وہ کاغذوں پر منتقل شدہ حصہ ریکارڈ محفوظ تھا۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل ایک دن خبر آئی کہ محترمہ ڈاکٹر فہمیدہ مرزا اسپیکر قومی اسمبلی پاکستان نے اس کاروائی کو اوپن کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ اور وہ کاروائی قومی اسمبلی سیکرٹریٹ شائع کر رہا ہے۔ اس اقدام کا ملک بھر میں خیر مقدم کیا گیا۔ اس پر خوشی کے جذبات پر مشتمل مضامین ہم نے شائع کئے۔

لیکن زخمی سانپ کی طرح قادیانی قیادت بلوں میں تڑپتی رہی۔ انہوں نے چپ کا روزہ نہ توڑا۔ محترمہ فہمیدہ مرزا کے بیان پر بھی چھ ماہ بیت گئے۔ اسمبلی کی کاروائی نہ چھپی تو پھر قادیانیوں نے کہنا شروع کیا کہ وہ کیوں نہیں چھاپتے۔ وہ اعلان کا کیا بنا؟۔ ہمیں اس پر شبہ ہوا کہ شاید پھر قادیانیوں نے اس پر پابندی نہ لگوادی ہو۔ آج سے چند ماہ قبل بزنس ریکارڈز اسلام آباد میں بٹ صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا کہ وہ کاروائی چھپ گئی ہے۔ اس کی بابت تسلی تو ضرور ہوئی۔ لیکن ابھی واہمہ کا شکار تھے کہ ۲۰ رجنوری ۲۰۱۲ء کے روزنامہ جنگ میں خبر شائع ہوئی ہے جسے پڑھ کر ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ خوشی سے وجد کرنے لگا۔ آپ بھی خبر پڑھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ لیجئے باقی باتیں پھر۔ ابھی تو آپ خبر پڑھیں جو یہ ہے:

قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا خفیہ پارلیمانی ریکارڈ اوپن کر دیا گیا:

''اسلام آباد (طاہر خلیل) قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا خفیہ پارلیمانی ریکارڈ اوپن کر دیا گیا۔ اسپیکر ڈاکٹر فہمیدہ مرزا نے ۳۸ سال بعد قادیانی آئینی ترمیم کا خفیہ ریکارڈ اوپن کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ ذرائع نے بتایا ہے کہ ۷ رستمبر ۱۹۷۴ء کو بھٹو دور میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لئے قومی اسمبلی نے دوسری آئینی ترمیم کی منظوری دی تھی۔ اس مقصد کے لئے پورے ایوان کو قائمہ کمیٹی قرار دے کر اس کے خفیہ اجلاس منعقد کئے گئے۔ چار خفیہ اجلاس میں جماعت احمدیہ کے اس وقت کے سربراہ مرزا ناصر احمد نے دلائل دیئے تھے جس پر اٹارنی جنرل یحییٰ بختیار نے تفصیلی جرح کی۔ چونکہ ساری کاروائی خفیہ تھی۔ اس لئے تحریری ریکارڈ پارلیمنٹ ہاؤس میں سربمہر رکھا گیا۔ ذرائع نے کہا کہ آفیشل سیکرٹ ایکٹ کے تحت کوئی بھی دستاویز ۳۰ سال تک خفیہ رہ سکتی ہے۔ تیس سال کے بعد اسے اوپن کر دیا جاتا ہے۔ چنانچہ ۳۸ سال کے بعد موجودہ اسپیکر نے خفیہ قادیانی ترمیمی بل کا سارا ریکارڈ اوپن کرنے کی منظوری دے دی۔

ذرائع نے یہ بھی انکشاف کیا کہ قادیانی آئینی بل کا خفیہ آڈیو ریکارڈ بینظیر دور ۱۹۹۳ء میں جل گیا تھا۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے خفیہ ریکارڈ کی تیاری اور طباعت پر قومی اسمبلی کو ۴۶ لاکھ روپے خرچ کرنا پڑے ہیں اور سارا ریکارڈ اوپن کر کے جمعرات کو پارلیمنٹ ہاؤس کی لائبریری میں رکھ دیا گیا ہے۔ جہاں اراکان اس سے استفادہ کرسکیں گے۔ علاوہ ازیں سینٹ کے اپوزیشن لیڈر مولانا عبدالغفور حیدری نے بھی قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا پارلیمانی ریکارڈ حاصل کرنے کے لئے قومی اسمبلی سیکرٹریٹ سے باضابطہ رابطہ کر لیا ہے۔''

اس خبر اور بٹ صاحب کے مضمون کے بعد سے ہم مسکین اس کی تلاش میں فکرمند ہوئے۔ حضرت مولانا محمد خان شیرانی صاحب چیئرمین اسلامی

نظریاتی کونسل پاکستان سے دفتر ختم نبوت ملتان میں مستقل ایک میٹنگ کی۔ گزشتہ سال ۱۴۳۲ھ کے حج سے پہلے سکھر میں حضرت مولانا عبدالغفور حیدری سے میٹنگ ہوئی۔ حج کے بعد دوبارہ رابطہ ہوا۔ کئی سفر کئے۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، قاری نذیر احمد لاہور سے اسلام آباد اتنی بار آئے گئے کہ شاید ڈائیو والے بھی پریشان ہوگئے ہوں گے۔ لیکن کام نہ ہوا۔ مولانا قاضی ہارون الرشید، مولانا قاری احسان اللہ، مولانا مفتی محمد اویس عزیز، پیر طریقت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب، پتہ نہیں جنون کی حالت میں کس کس کی منتیں کیں۔ بخدا! اس آفیشل اور مکمل کاروائی کو حاصل کرنے کے لئے اتنا جنون تھا کہ بس نہ پوچھئے کہ غم عاشقی میں کہاں کہاں سے گزر گیا۔

روبرو، کوبکو، در بدر اور سربسر۔ کہاں کہاں پر کوشش کی؟۔ یہ بے قراری کی حالت میں مخلصانہ محنت کی کیفیات تو اللہ رب العزت جانتے ہیں۔ جب بیل منڈھے چڑھتی نظر نہ آئی تو حضرت صاحبزادہ سعید احمد صاحب کے گھر لاہور میں مخدوم گرامی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم سے میٹنگ کرنے کے لئے ملتان سے سفر کر کے لاہور گیا۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، صاحبزادہ سعید احمد، ڈاکٹر قاری عتیق الرحمٰن، سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے ہمراہ پون گھنٹہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن سے میٹنگ ہوئی۔ قائد جمعیت نے فرمایا کہ رکاوٹ کیا ہے؟۔ عرض کیا کہ حضرت حیدری صاحب مدظلہ کئی ملاقاتیں کر چکے ہیں۔ اسپیکر فہمیدہ صاحبہ نہیں مان رہی۔ کاروائی چھپ گئی ہے۔ کئی اس کے سیٹ تیار ہوکر اسمبلی، ڈپٹی سپیکر کے ساتھ والے کمرہ میں محفوظ ہیں۔ لیکن تقسیم کے لئے محترمہ آمادہ نہیں۔ اس پر چھیالیس لاکھ ہماری غیر مصدقہ اطلاعات کے مطابق گورنمنٹ کا طباعت پر خرچہ آیا ہے۔ لیکن محترمہ تقسیم پر راضی نہیں۔ مخدوم محترم حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے فرمایا کہ آپ کے خیال میں اس کے نہ دینے کا باعث کیا ہے؟۔ فقیر نے عرض کیا کہ حکومت کی دون ہمتی یا قادیانی لابی نے باہر سے زور ڈلوایا ہے کہ تقسیم نہ ہو یا حکومت کا وہمہ کہ کوئی قضیہ نہ کھڑا ہو جائے۔ لیکن ہمارے لئے مسئلہ یہ ہے کہ چاہے خود قادیانی رکاوٹ ہوں۔ لیکن وہ میاں مٹھو بن جائیں گے کہ باہر کیوں نہیں لاتے؟۔ تو اس کا تقاضہ ہے کہ یہ ملنی چاہئے۔ یہ بھی اندیشہ ہے کہ...... ! اس پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم نے روک دیا۔ فرمایا چھوڑ دیجئے۔ میں سمجھ گیا۔ کوشش کرتے ہیں۔ وقت لگے گا نکلوانے میں۔ لیکن مل جائے گی۔ اس پر بھی کافی عرصہ بیت گیا۔ تو مولانا صاحبزادہ عزیز احمد کے ذریعہ بارہا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کو یاد دہانی کرائی۔ لیکن حضرت مولانا کا خیال مبارک تھا کہ ایک دفعہ کہوں گا اور ایسے طور پر کہ وہ انکار نہ کرسکیں۔ حضرت مولانا کا موقف سو فیصد صحیح تھا۔ لیکن ہماری بے قراری کو کون جانے؟۔ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم کے اس مسئلہ پر اتنے کان کھائے کہ ان کو اس کا نام سنتے ہی الرجی ہو جاتی۔

قارئین جانے دیں۔ ہر کام کے لئے وقت مقرر ہوتا ہے۔ تھوڑا عرصہ ہوتا ہے کہ برادر زادہ مولانا سہیل باوا کا لندن سے فون آیا کہ لندن کی ایک ویب سائیڈ پر سرکاری آفیشل مکمل کاروائی آگئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ان سے عرض کیا کہ اس کی سی ڈی بنوائیں۔ ابھی فقیر یہ خبر چھپائے ہوئے تھا کہ برادر جناب محمد متین خالد صاحب نے فرمایا کہ ویب سائیڈ پر کاروائی بندہ نے مکمل دیکھ لی ہے۔ مبارک ہو۔ اب سوچوں کہ یا اللہ یہ کیسے ملے گی؟۔ کچھ دیر معمولی وقفہ کے بعد جناب مولانا قاضی احسان احمد صاحب کا کراچی سے فون آیا کہ قومی اسمبلی کی کاروائی ویب سائیڈ پر آگئی ہے۔ آپ کے علم میں ہے؟۔ فقیر نے عرض کیا سنا تو یہ ہے۔ لیکن جب تک دیکھ نہ پائیں آنکھیں کیسے ٹھنڈی ہوں؟۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ برادر نبیل صاحب اور جناب سید انوار الحسن صاحب نے اس کا پرنٹ نکالنا شروع کر دیا ہے۔ فقیر اب ان دونوں سے ڈائریکٹ ہوگیا۔ کاغذ اچھا لگائیں۔ کوئی صفحہ رہ نہ جائے۔

لیجئے! خلاصہ یہ کہ مکمل کاروائی انٹرنیٹ لندن کی ویب سائیڈ سے مل گئی ہے۔ کل اکیس حصص کے صفحات ۳۰۸۳ رہیں۔ اب اس کو صرف پڑھ نہیں رہا بلکہ دوزانو ہو کر اس کا مرید بنا ہوا ہوں۔ چلیں! ساری باتیں ایک مجلس میں کہنا مناسب نہیں۔ اس سلسلہ میں قارئین سے کچھ عرصہ بعد بات کریں گے۔ صرف بات نہیں کریں گے۔ بلکہ اس مسئلہ پر انہیں صاحب نصاب بنادیں گے۔ زندگی وصحت باقی...... ملاقات باقی!

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

قاری محمد یعقوب نقشبندیؒ کی رحلت

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

موصوف رئیس الاتقیاء حضرت اقدس مولانا حافظ محمد موسیٰ نقشبندیؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ تجوید و قرأت میں اللہ پاک نے خصوصی درک عطا فرمایا تھا۔ بیس سال تک ریڈیو پاکستان ملتان اور بہاول پور کے اسٹیشنوں سے قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہے۔

اصلاحی تعلق خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے تھا۔ اپنے والد محترم کے نام کی نسبت سے جامعہ موسویہ کے نام سے ادارہ بنایا اور اس کا انتظام و انصرام چلا رہے تھے۔

بندہ ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک بہاول پور میں رہا، سال میں ایک جمعہ موصوف کے ہاں بھی ہوتا تھا۔ یوں ہر سال دیگر پروگراموں پر ملاقات کے علاوہ جلال پور پیروالا میں ملاقات کی سبیل نکل آتی تھی۔ شوگر کے موذی مرض کی وجہ سے ڈاکٹروں نے ایک ٹانگ کاٹ دی۔ موصوف نے اس کا صدمہ شدت کے ساتھ محسوس کیا اور بستر پر پڑ گئے۔ علاج و معالجہ جاری رہا ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' آگے چل کر شوگر کا اثر دوسری ٹانگ پر ہوا، زخم ہوا جو مندمل نہ ہو رہا تھا کہ دوسری ٹانگ بھی کاٹنی پڑی۔ یوں چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے اور میل ملاقات پر بھی گویا پابندی لگ گئی۔

آج سے تقریباً دو برس قبل برادرم مکرم مولانا محمد اسحاق ساقی زید لطفہ کی بیٹی کے نکاح سے فراغت کے بعد حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری دامت برکاتہم کی قیادت میں موصوف کی زیارت و ملاقات کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ پاک نے ظاہری حسن و جمال سے بھی سرفراز فرمایا تھا، لیکن مسلسل بیماری کی وجہ سے ضعف و عوارض کا شکار ہو گئے اور حسین و جمیل چہرہ مرجھا گیا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا۔

عید الاضحیٰ کی مصروفیات کی وجہ سے بندہ لاہور تھا۔ ۹ ذوالحجہ ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۶؍ اکتوبر ۲۰۱۲ء قاری محمد یوسف نقشبندی اور ان کے بھائی حافظ محمد یونس نقشبندی نے یکے بعد دیگرے فون پر اطلاع دی کہ قاری صاحب انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چونکہ جمعہ کا پروگرام مدرسہ مظاہر العلوم عیدگاہ آرائے بازار لاہور کینٹ کی مسجد کے لئے طے تھا اور اگلے دن عید الاضحیٰ اس وجہ سے جنازہ میں شمولیت سے قاصر رہا۔

حضرت قاری صاحبؒ نے حفظ قرآن جامع مسجد الصادق بہاولپور کے امام و خطیب مولانا قاری رشید احمد کے والد محترم حافظ محمد صدیق سے کیا اور تجوید و قرأت شیخ القراء حضرت قاری عبدالوہاب مکیؒ سے پڑھی۔ چنانچہ موصوف کے فرزند ارجمند قاری محمد یوسف زکریا فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ قاری عبدالوہاب مکیؒ جو جامعہ مکیہ لاہور میں قرآن پاک اور تجوید و قرأت کے عظیم استاذ تھے۔ جلال پور پیروالا تشریف لائے حضرت حافظ محمد موسیٰ نقشبندیؒ کے ایک بھائی ملے تو حضرت قاری صاحبؒ نے پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ بتلایا گیا کہ یہ ہمارے حضرت قاری صاحبؒ کے بھائی ہیں، تو اس پر فرمایا کہ قاری محمد یعقوبؒ اور ان کے دوسرے بھائی مجھے خواب میں دکھلائے گئے اور انہیں تجوید و قرأت پڑھانے کا کہا گیا اور ان بھائیوں کو میرے پاس چھوڑنے کے لئے خواب میں دکھلائے گئے وہ ان بزرگوار کی ہمشکل تھے، تو انہوں نے بتلایا گیا کہ وہ ان بھائیوں کے والد محترم حضرت حافظ محمد موسیٰ نقشبندیؒ تھے جو حضرت اقدس خواجہ فضل علی قریشیؒ کے خلیفہ مجاز تھے۔

قاری صاحب نے تدریس کے زمانہ میں بھرپور زندگی گزاری تبلیغی اجتماعات اور مدارس عربیہ کے سالانہ جلسوں میں تلاوت فرماتے، ان کی رحلت سے جنوبی پنجاب کا مردم خیز خطہ ایک مجود قاری اور استاذ سے محروم ہو گیا۔

موصوف نے اپنے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹیاں اور چار بیٹے سوگوار چھوڑے، اللہ پاک ان کی خطاؤں اور لغزشوں سے درگزر فرما کر کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین۔ ☆

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
[redacted]
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 2545573

ساہیوال میں مرکزی ناظم اعلیٰ مدظلہ کی دعوتی و تنظیمی مصروفیات

ساہیوال (نمائندہ خصوصی) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ اپنی ضعیف العمری اور پیرانہ سالی کے باوجود ساہیوال کے دو روزہ تبلیغی و دعوتی پروگرام پر تشریف لائے۔

۲رنومبر کی صبح کو دفتر ختم نبوت جامع مسجد رحیمیہ ریلوے روڈ چیچہ وطنی میں مختصر قیام کیا۔ تنظیمی و جماعتی امور کا جائزہ لیا اور حسابات چیک کئے، جماعتی نظم و نسق کو آگے بڑھانے کے لئے کارکنان ختم نبوت کو اپنی قیمتی آراء اور مفید مشوروں سے نوازا۔ دفتر ختم نبوت چیچہ وطنی میں مبلغ مولانا عبدالحکیم نعمانی، حافظ محمد اصغر عثمانی اور محمد الیاس قادری نے آپ کا استقبال کیا۔ اس موقع پر کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مرزا قادیانی کے شیطانی الہامات اور ابلیس اوہام کو روحانی خزائن کہنے کی بجائے شیطانی خزائن سے تعبیر کرنا چاہئے۔ قادیانی کفریہ عقائد کی تردید کے لئے سب سے پہلے مرزا قادیانی کی کتابوں کے حوالہ جات سے گفتگو کا آغاز ہو، کیونکہ مرزا قادیانی کی کتابیں کذب بیانی، مغلظات، جھوٹی پیشگوئیوں، تکرار اور تضادات سے بھری پڑی ہیں۔

یہاں سے آپ ساہیوال کے لئے عازم سفر ہوئے۔ مولانا عبدالحکیم نعمانی بھی ہمراہ تھے۔ جامع مسجد شہداء فرید ٹاؤن ساہیوال میں جمعۃ المبارک کے عظیم اجتماع سے آپ نے مثالی اور اصلاحی بیان کیا۔ جامع مسجد شہداء کے منتظمین اور خطیب مولانا قاری منظور احمد طاہر، حاجی بشیر احمد، محمد عبداللہ اور بھائی محمد آصف اور دیگر کارکنوں نے آپ کی آمد کا شکریہ ادا کیا۔

بعدازاں جامع مسجد مدینہ فرید ٹاؤن کے خطیب اور جامعہ علوم شرعیہ کے مدرس مولانا نور محمد کی طرف سے دیئے گئے اعزازیہ میں شرکت کی، وہاں پر ساہیوال کی تمام مذہبی قیادت اور ختم نبوت کے کارکن اور علماء کرام کثیر تعداد میں موجود تھے۔ مفتی محمد ذکاء اللہ کے پُرخلوص اصرار پر دارالعلوم ساہیوال کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا، مفتی محمد ذکاء اللہ نے مدرسہ کی کارکردگی اور رپورٹ پیش کی۔ آپ نے مفتی صاحب کی دینی خدمات کو سراہا اور ادارہ کی تعمیر و ترقی کے لئے اخلاص بھری دعاؤں سے نوازا۔

مغرب کی نماز کے بعد جامعہ محمدیہ کوٹ ۸۵/۶۔آر میں تجوید و قرأت اور ترجمۃ القرآن کی کلاسز کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے علماء کرام، طلباء و طالبات کو پندو نصائح فرمائیں اور دینی مدارس اور ملک کی تازہ ترین صورتحال پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ رات کا قیام جامعہ محمدیہ میں ہوا۔ ۳رنومبر کی صبح کو جامع مسجد میں درس قرآن دیا اور بخاری قبرستان میں اکابرین جامعہ رشیدیہ اور علوم شرعیہ کی قبور پر فاتحہ خوانی کی۔ بعدازاں جامعہ رشیدیہ تشریف لائے۔

جامعہ کے مہتمم اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی امیر مولانا کلیم اللہ رشیدی نے بھرپور استقبال کیا۔ جامعہ رشیدیہ کے اکابرین کی دینی خدمات کے تذکرہ پر مجلس میں روحانی کیف و سرور پیدا ہوگیا۔ جامعہ کے تمام شعبوں اور انتظامات کے متعلق بھی دلچسپ تبادلۂ خیال ہوا۔ جامعہ کے تمام شعبوں اور انتظامات کے حوالے سے جامعہ رشیدیہ کے جرأت مندانہ اور دلیرانہ کردار کو سراہا اور اکابرین جامعہ رشیدیہ کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ علاوہ ازیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قدیم مبلغ مولانا محمد یارؒ کے صاحبزادہ مولانا مطیع الرحمٰن کی طرف سے دیئے گئے ظہرانے میں شرکت کی۔ مولانا مرحوم کی یادگار مدرسہ انوار مدینہ احمد نگر میں تھوڑی دیر قیام فرمایا، اس دوران مولانا محمد عالم طارق کے فرزند مولانا احسن عالم اور مولانا محمد عثمان حیدر آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے۔ مجلس شہداء ختم نبوت اور شہداء ناموس صحابہؓ کے تذکروں سے معطر رہی۔ اس کے بعد آپ نے خانقاہ عزیزیہ چک گیارہ ایل کے بانی و ولی کامل حضرت مولانا پیر جی عبدالعزیز رائے پوریؒ کی قبر مبارک پر فاتحہ خوانی کی اور ملتان کے سفر کے لئے عازم ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کو عمر نوح عطا فرمائے۔ جنہوں نے اپنی نقاہت اور پیرانہ سالی کے باوجود انتہائی شفقت کا معاملہ کرتے ہوئے تمام کارکنوں کی حوصلہ افزائی کی اور تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن کی آبیاری کے لئے تشریف لائے۔

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar, Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

Regd.SS160

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی مطبوعات

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

حضوری باغ روڈ ملتان فون : 061-4583486, 4783486